خطبہ نمبر 28
نہج البلاغۃ

زمانۂ رَجُعَت وقیامت

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی مجتہد
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

الف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	زمانۂ رجعت وقیامت۔	2
	خطبہ نمبر 28۔	3
1	اللہ اور نمائندۂ خداوندی کا طرزِ تکلّم، تمام کائناتی مخلوقات کا اپنے مالکوں سے کلام کرنا۔	6
2	اللہ اپنی تمام مخلوقات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتا، بلکہ ساری مخلوقات اُس کیلئے مجسم و با شعور ہے اور شعوری حیثیت سے اُن پر حکمران ہے۔	7
3	نمائندگانِ خداوندی بھی اس کائنات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتے بلکہ ساری مخلوقات اُنؑ کے لئے مجسم و با شعور ہیں اور وہؑ عملاً حکمران ہیں۔	13
4	تخلیقِ کائنات کا ہر مرحلہ حقیقیؑ اور اوّلینؑ مخلوقؑ و نائبِؑ خداوندی کے سامنے سے گزرتا ہے اسلئے اوّلین نائبؑ پوری کائنات کی خبر رکھتا ہے۔	14
5	سورۂ زلزال میں مذکور زلزلے کو اور اُس کے مقصد کو اُلجھانے کے لئے مودودی نے چند اور مضحکہ خیز بیانات دیتے ہوئے قرآن کے الفاظ کے معنی بھی بدل دیئے۔	19

6	قریش اور قریشی علما نے قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا اُسے سمجھنا آئمہ معصومین کی مدد کے بغیر علما کیلئے ناممکن تھا۔ ہمارے بیانات کو بغور پڑھیئے اور قریشی پالیسی سمجھیئے۔	21
7	سورۂ زلزال میں زمین سے مخاطبہ اور مکالمہ کرنے والی ذاتِ پاک نائبِ خداوندی اور مرکز وِثقلِ کائنات حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔	29
8	قریشی سازش اور سازشی تصورات کو نظر انداز کر کے آپ سورۂ زلزال کے الفاظ کی حدود میں محدود رہ کر سورہ کا مطلب اور مقصد اپنے طور پر سمجھیں۔	30
9	اللہ نے قرآن کریم میں اپنے بیانات و مقاصد بڑے واضح الفاظ و انداز میں پیش فرمائے ہیں مگر صاحبانِ قرآن کو الگ کرنے سے قرآن ناکارہ ہوگیا۔	34
10	قریشی قیامت قرآنی تصورات اور وعدوں کی تکذیب کرتی ہے اور عدل وانصاف کا مذاق اُڑاتی ہے اور عقل ودانش کا منہ چڑاتی ہے۔	55
11	قرآن کی تکذیب قرآن میں اللہ کے وعدوں کی تکذیب ہے۔ اللہ نے کیا کیا وعدے کئے جن کو پورا کرنا اللہ پر واجب ہے؟	58
12	اسلامی زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمام کائنات کی تسخیر اور کامیاب و خوش حال زندگی ہونا چاہیئے نہ کہ ناکامی و مغموم زندگی؟	78
13	اللہ کا ہر وعدہ اُس کے قوانین سے ہم آہنگ رہتے ہوئے پورا ہونا حکمت وقدرت وعلمِ خداوندی کا مظہر ہے۔ اُس کا ہر وعدہ پورا ہونا لازم ہے۔	83

14	اعمال وخیال وتمنا اور اُمیدوں کا سلسلہ مکمل ہوئے بغیر جزا یا سزا دے دینا اللہ کے علم وحکمت میں اور عقلی طور پر بھی غلط ہے۔	88
15	قریش نے قیامت کے تصور کو بدلنے کیلئے اعمال کی جزا اور سزا کو بھی قرآن کے وعدوں اور بیانات کے خلاف ثابت کردیا۔	92
16	قرآن میں مذکور حقوق العباد کی ادائیگی میں جزا وسزا کے لئے اس دُنیا اور دُنیا کے تمام سامان اور ماحول کی ضرورت ہے۔	104
17	اللہ کا سو فیصد عادل ومُنصف وعلیم وحکیم وقدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر رَجعَتْ اِلَی اللہِ کی عملی ومشہود پالیسی کو نظر انداز کردیا جائے۔	105
18	ایک ایسے دن کا اور ایک ایسے نظام کے آنے کا تین مرتبہ وعدہ کیا گیا ہے جس میں ''دینِ اسلام'' کے لانے والے کو ''دین'' کے ہر گوشہ پر غالب کردیا جائے گا۔	110
19	تمام وعدے پورے کئے جانے کا وقت اور میعاد وہی ہونا چاہیئے جب تمام انسانوں کی ہر امید وتمنا وکوشش وکردار انتہا کو پہنچ جائے۔	116
20	دُنیا میں جزا کیلئے زندہ کرنا اور قیامت کے آخری فیصلے کیلئے زندہ کرنا دو مختلف باتیں ہیں، محروم الجزا لوگ دو مرتبہ زندہ کئے جائیں گے۔	122
21	یوم الجزا یا یوم الدین یا دین کے غلبے کے روز پوری نوع انسان کو نہیں بلکہ صرف محروم الجزا لوگوں کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا اور جزا دی جائے گی۔	128
22	امام عصرؑ والزمان صرف قائم قیامت ہی نہیں بلکہ حضورؑ تو راہبر وراہنمائے انسانیت بھی ہیں لہٰذا مُنتہائے ترقی اُنکا منصب ہے	133

23	نظام عدل کا دوسرا حصہ وہ ہے جس سے اس دنیا میں گزرنے والے مظالم، جبر وستم اور حق تلفیوں کو عدل میں تبدیل کیا جائے گا یعنی جزا وسزا۔	143
24	حضرت علیؑ اپنے زمانہ کے لوگوں کو اُسی مشہور جنت اور جہنم کیلئے مقابلہ اور سبقت کا تقاضہ فرماتے ہیں(نہج البلاغہ 28/4-5)اور جگاتے ہیں۔	146

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِO

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : تشریح خطبہ 28 نہج البلاغة

زمانۂ رَجۡعَت وقیامت

ترجمہ وتشریح: الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

ناشر : صائم زیدی

طبع : دوم

تعداد :

قیمت : روپے

زمانۂ رجعت و قیامت

مفتی اینڈ کمپنی اس قسم کے خطبوں کی شرح کیلئے مُنہ نہیں کھولتی۔ حالانکہ اس خطبہ (28) میں محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام کی آخری بلندی اور زمانۂ رجعت و قیامت میں اُن کی کارکردگی، پوری نوعِ انسان کا اُن کے رُوبرو حاضری وحساب وجزا وسزا کی تفصیلات لکھنا ضروری تھیں۔اس میں نظامِ اجتہاد و مجتہدین کا کردار اور انبیاؑ کے مقابلہ میں قائم رہتے چلے جانے والے محاذ کا حال لکھنا چاہیئے تھا۔بہرحال ہماری کتاب بیان الامامت میں اس خطبہ کی شرح ایک سو نانوے قلمی صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ بتائیے کہ مفتیانہ ومجتہدانہ شرح کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اور ہم کیسے خطبوں کے ساتھ اُس شرح کو لکھ کر خطبوں کو دبا سکتے تھے؟

خطبہ نمبر 28

(نہج البلاغہ)

دنیا اور عاقبت ، جنت و جہنم کا سامنا کرو : دُنیا الوداع کہہ کر رخصت کا اعلان کر رہی ہے اور منزلِ آخرت اپنی جھلکیاں دکھا رہی ہے؛ کل کی دوڑ کیلیئے آج تیاری کرلو؛ ہر اُس بوجھ اور اُلجھاؤ سے فارغ ہو جاؤ جو جنت کی طرف دوڑنے اور سبقت میں حارج ہو کر تمہیں جہنم کیلیئے سست خرام کردے؛ موت اور تباہی، اُمیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی آڑ میں تم پر حملہ کیلیئے تیزی سے بڑھتی آ رہی ہے؛ موت کی اِس آڑ کے پار جھانک کر دیکھو اور تم بھی موت کو ناکام کرنے کا انتظام کرلو؛ مسرت انگیز حالات میں وہی جدوجہد اور اقدامات کرو جو مصائب و آلام و ناکامیوں کے دَور میں کرتے ہو، تاکہ مسرت میں استقلال پیدا ہو؛ جنت کا مسافر سو جائے تو جہنم لازم ہے، منافع کی پرواہ نہ کرنا نقصان کو دعوت دیتا ہے؛ مسافر سفر میں تاخیر کرے تو منزل سے دُور رہتا ہے؛ کوچ کا اعلان ہو گیا زادِ راہ بتا دیا گیا اب خواہشوں کی پیروی اور اُمیدوں کا اُلجھاؤ تمہیں منزل سے بھٹکا دے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ الدُّنۡیَا قَدۡ اَدۡبَرَتۡ وَاٰذَنَتۡ بِوَدَاعٍ ؛	1	بعد از حمدِ خداوندی معلوم کرو کہ دُنیا نے الوداع کہہ کر منہ موڑنے اور رُخصت ہوجانے کا اعلان کردیا ہے؛ (یعنی تم بھی دُنیا سے جدائی کا یقین کرلو۔)
وَاِنَّ الۡاٰخِرَۃَ قَدۡ اَقۡبَلَتۡ وَاَشۡرَفَتۡ بِاطِّلَاعٍ؛	2	اور سمجھ لو کہ یقیناً آخرت سامنے آکھڑی ہوئی ہے اور اپنی آمد کی اطلاع سے شرفیاب کرچکی ہے؛
اَلَا وَاِنَّ الۡیَوۡمَ الۡمِضۡمَارُ ؛	3	خبردار ہوکر نوٹ کرو کہ آج کا دن کل کیلئے تیاری اور ہلکے پھلکے ہوجانے کا دن ہے؛
وَغَدًا السِّبَاقُ ؛	4	اور کل کا دن مقابلے اور سبقت لیجانے کا دن ہوگا؛
وَالسَّبۡقَۃُ الۡجَنَّۃُ وَالۡغَایَۃُ النَّارُ ؛	5	سبقت لے جانا اور مقابلہ ہے جنت کیلئے ورنہ بعد کی منزل تو جہنم ہی ہے؛
اَفَلَا تَائِبٌ مِّنۡ خَطِیۡئَتِہٖ قَبۡلَ مَنِیَّتِہٖ ؛؟	6	کیا کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں جو فیصلہ کن گھڑی آجانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کیلئے مقامِ اصلاح کی طرف پلٹ آئے؟
اَلَا عَامِلٌ لِّنَفۡسِہٖ قَبۡلَ یَوۡمِ بُؤۡسِہٖ ؟	7	کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے یومِ بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کے لئے کام کرسکے؟
اَلَا وَاِنَّکُمۡ فِیۡ اَیَّامِ اَمَلٍ مِّنۡ وَرَائِہٖ اَجَلٌ ؛	8	سنو اور خبردار ہوجاؤ کہ تم امید و آرزوؤں کے دنوں میں مبتلا ہو اور ان تمناؤں اور اُمیدوں کی آڑ میں موت تمہاری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے؛
فَمَنۡ عَمِلَ فِیۡ اَیَّامِ اَمَلِہٖ قَبۡلَ حُضُوۡرِ اَجَلِہٖ	9	چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو شخص موت کے پہنچنے سے پہلے پہلے امیدوں اور آرزوؤں کے دور میں اعمال پر

نَفعَهُ عَملُهُ ؛		کاربند رہتا ہے اُسے اُسکے اعمال نفع میں رکھتے ہیں؛
وَلَمُ یَضُرُرُهُ اَجلُهُ ؛	10	اور موت اُسے تکلیف نہیں دے سکتی ہے؛
وَمَنُ قَصَّرَ فِیُ اَیَّامِ اَمَلِهٖ قَبُلَ حُضُوُرِ اَجلِهٖ فَقَدُ خَسِرَ عَمَلُهُ ؛	11	اور جو کوئی اُمیدوں اور تمناؤں کے دَور میں اور موت کے آنے سے پہلے عمل میں کوتاہیاں کرتا ہے اُسے اُس کے اعمال گھاٹے میں رکھتے ہیں؛
وَضَرَّهُ اَجلُهُ ؛		اور اُسے اُس کی موت دکھ دیتی ہے؛
اَلَا فَاعُمَلُوُافِی لرَّغُبَةِ كَمَا	12	خبردار تم لوگ اُسی طرح شوق سے خوشحالی میں بھی
	13	اعمال بجالاؤ جس طرح مصائب اور عالمِ دہشت میں عاجزی سے عمل کیا کرتے ہو؛
تَعُمَلُوُنَ فِی الرَّهُبَةِ ؛ اَلَا وَاِنِّیُ لَمُ اَرَ کَالُجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا ؛	14	غور کرو کہ مجھے تو جنت ہی ایسی چیز دکھائی دیتی ہے جس کے طلب گار سو کر وقت گنواتے ہیں؛
وَ لَا کَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا ؛	15	اور نہ میں نے دوزخ کے علاوہ کوئی اور چیز دیکھی کہ جس سے بچنے اور بھاگنے والوں سے زیادہ کوئی اور غفلت میں مبتلا رہتا ہو؛
اَلَاوَاِنَّهُ مَنُ لَّایَنُفَعُهُ الُحَقُّ یَضُرُّهُ الُبَاطِلُ ؛	16	ہوشیار ہو جاؤ کہ جو شخص حق سے فائدہ نہیں اُٹھاتا ہے اُسے باطل سے نقصان اُٹھانا پڑا کرتا ہے؛
وَمَنُ لَّایَسُتَقِیُمُ بِهِ الُهُدٰی یَجُرُّبِهِ الضَّلَالُ اِلَی الرَّدٰی ؛	17	اور جسے ہدایت راست روی میں پائیداری نہ بخشے اُسے گمراہی، تباہی اور بربادی کی طرف کھینچ لے جایا کرتی ہے؛
اَلَاوَاِنَّکُمُ قَدُاُمِرُتُم	18	خبردار رہو کہ میں نے تمہیں اس خطرناک سفر کا حکم

بِالظَّعْنِ ؛	18	دے دیا ہے؛ اور سفر کے دوران اور اس کے بعد کام
وَدُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ ؛	19	آنے والی چیزوں اور ضرورتوں سے میں نے آگاہ کر دیا ہے؛
وَاِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ ؛	20	تمہارے لئے جن کارروائیوں سے میں ڈرتا ہوں ان میں سب سے زیادہ خوفناک یہ ہے کہ تم امیدوں و آرزوؤں کے پھیلاؤ کو سمیٹنے کیلئے اجتہاد میں مبتلا ہو جاؤ گے؛
فَتَزَوَّدُوْا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تُحْرِزُوْنَ اَنْفُسَكُمْ غَدًا ۔	21	درست یہی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے اُسی قدر سامان لے لو جو سفر میں اور بعد سفر تمہارے کام آئے۔ (یعنی عمل صالح کرو)

تشریح خطبہ نمبر 28 (نہج البلاغہ)

1۔ اللہ اور نمائندۂ خداوندی کا طرزِ تکلّم، تمام کائناتی مخلوقات کا اپنے مالکوں سے کلام کرنا

اِس خطبہ میں مولائے کائنات صلوٰۃ اللہ علیہ اپنے مقامِ ربانی سے یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ:

فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اَدْبَرَتْ وَ اٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ 2 وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ وَ اَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ 3 اَلَا وَ اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ 4 وَ غَدًا نِ السِّبَاقُ 5 وَ السَّبَقَتُ الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ۔ (جملہ نمبر 1 تا 5 / 28)

''دُنیا نے الوداع کہہ کر منہ موڑنے اور رخصت ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے۔ (یعنی تم بھی دنیا سے جدائی کا یقین کرلو) اور یہ سمجھ لو کہ یقیناً

آخرت سامنے آ کھڑی ہوئی ہے اور اپنی آمد کی اطلاع سے شرفیاب کر چکی ہے۔خبردار ہو جاؤ کہ آج کا دن کل کے لئے تیاری اور ہلکے پھلکے ہو جانے کا دن ہے۔اور کل کا دن مقابلے اور سبقت لے جانے کا دن ہو گا۔سبقت لے جانا اور مقابلہ ہے جنت کیلئے ورنہ آخری منزل تو جہنم ہے ہی۔''

یہ پانچ جملوں کا بیان بتاتا ہے کہ دُنیا اور آخرت نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ کے سامنے ہیں بلکہ دونوں نے اپنی آمد و رفت پر علی صلوٰۃ اللہ علیہ کو مطلع کیا ہے اور یہ حقیقت ظاہر و قدرتی ہے کہ اطلاع دینا اور اپنے حالات و تفصیلات پر مطلع رہنا صرف باشعور و صاحبانِ نطق کا کام ہے۔یعنی ہماری تصوراتی و مشاہدہ میں آنے والی ذرات و مخلوقات و نباتات و جمادات و حیوانات و انسانوں میں بکھری دُنیا نہ خود مطلع ہو سکتی ہے نہ باشعور و ناطق ہو سکتی ہے نہ اطلاع دے سکتی ہے۔اور نہ کسی قسم کے جسم کو اختیار کر کے سامنے آ سکتی ہے نہ بول سکتی ہے۔معلوم ہوا کہ سرکار علیہ السلام نے جس مقام سے بات کی ہے وہ ہماری عقل و فہم کی رسائی سے قطعاً ارفع و اعلیٰ ہے۔اور یہ وہی مقام ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ کائنات سے اور کائناتی مخلوقات سے بات کرتا ہے۔اور ہر ذرّہ ذرّہ کے حالات پر مطلع رہتا ہے اور کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و مالک سے مجسم صورت میں بات کہتی ہے اور قرآن کریم اُس مقام کی تفصیلات بیان کرتا ہے۔

2۔ اللہ اپنی تمام مخلوقات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتا، بلکہ ساری مخلوقات اُس کیلئے مجسم و باشعور ہے اور شعوری حیثیت سے اُن پر حکمران ہے

مسلمانوں میں بھی اور تمام اہل مذاہب میں بھی یہ بات بلا شبہ تسلیم کی جاتی ہے کہ اللہ ملائکہ سے باتیں کرتا ہے، انہیں احکام دیتا ہے اور وہ اللہ اور اُس کے رسوّلوں سے بات کرتے ہیں، سمجھتے ہیں اور جواب دیتے اور احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ساتھ ہی علما ملائکہ کو وسائطِ

خداوندی بھی کہتے ہیں، مجرد قوتیں بھی قرار دیتے ہیں۔ اِسی طرح وہ ابلیس سے اللہ کے مکالمات کو بھی مانتے ہیں اور ابلیس کے جسم و وجود کے متعلق طرح طرح کا اختلاف بھی کرتے ہیں۔لیکن اللہ، اِن علما اور اُن کے تصورات سے لاپرواہ رہ کر قرآن میں ہر وہ ہدایت جاری کرتا رہا جو انسانوں کی ترقی کے مختلف مراحل میں کام آنا تھی۔خواہ یہ نام نہاد علما سمجھیں یا نہ سمجھیں۔اس لئے کہ سارے قرآن اور پوری کائنات کو سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا اللہ نے اپنے جانشینوں، نمائندوںؑ اور انبیاؑ و رسلؑ و خلفاؑ اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم کے سپرد کیا ہے۔ یہ نام نہاد علما تو خود اپنی ذات سے بھی جاہل ہوتے ہیں۔

(الف) اللہ کا آسمانوں اور زمینوں سے کلام کرنا؛ اُن کا جواب دینا پھر اُنہیں مخصوص و مطلوب صورت اختیار کرنے کا حکم دینا اور ان کا تعمیل کرنا

ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَ حِفۡظًا ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۝

(حٰمٓ السجدة 41/11-12)

قرآن کریم میں اللہ نے بتایا ہے کہ:

’’پھر اللہ نے آسمان کو موزوں کیا اور وہ اُس وقت دھویں کی سی حالت میں تھا۔پھر اللہ نے آسمان سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی خوشی یا ناگواری سے بہرصورت ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ۔اُن دونوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہیں۔ چنانچہ ہم نے اُن دونوں کو سات سات آسمان و زمینیں بن جانے کا فیصلہ کر دیا اور دو دن میں وجود پذیر کر دیا۔اور اس طرح تیار ہو جانے والے ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں اپنے احکامات کی وحی جاری کر دی اور دنیاوی آسمانوں کو چراغوں سے آراستہ کر کے محفوظ کر دیا۔وہ ہر ہر چیز اور صورتِ حال پر غالب رہنے والے علیم کی تقدیر ومنصوبہ ہے۔‘‘

(ب) <u>یہ ترجمہ ہماری تفسیر کے ترجمہ سے بظاہر مختلف معلوم ہوگا۔اس لئے کہ یہ بیان الامامۃ میں ضروری تھا۔وجوہات حسبِ ذیل ہیں</u>

سب سے پہلے مستقل عنوان کی یہ حقیقت نوٹ فرمالیں کہ اِس آیت (41/11) میں اللہ کا آسمان اور زمین سے اور زمین و آسمان کا اللہ سے باتیں کرنا اور سمجھنا ثابت ہوگیا ہے۔لہٰذا نمائندگانِ خداوندی سے کائنات کی کسی چیز یا ہر چیز کا باتیں کرنا قابلِ تعجب نہیں ہونا چاہئے اوراس عنوان پر مزید دلائل وبراہین کا انتظار فرمائیں جو وضاحت کے بعد آنے والے ہیں۔

اب آیت (41/12) کو دوبارہ دیکھیں اور ترجمہ کی حقیقت کو سمجھیں۔اللہ نے پہلی آیت (41/11) میں زمین اور آسمان دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا ہے اور دونوں اللہ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔اِس کے بعد دوسری آیت (41/12) میں لفظ فَقَضٰهُنَّ فرمایا گیا ہے جس میں ضمیر جمع مونث غائب هُنَّ لائی گئی ہے۔یعنی پھر زمین اور آسمان دونوں کو سات آسمان اور سات زمینیں بن جانے کا فیصلہ کردیا۔اگر صرف آسمان کو حکم دیا گیا ہو یا صرف اکیلے آسمان کیلئے فیصلہ کیا گیا ہوتا تو لفظ فَقَضٰهُنَّ کی جگہ لفظ فَقَضٰهَا لایا جاتا۔لہٰذا دونوں کو بلایا گیا۔دونوں کو حکم دیا گیا اور دونوں ایک ایک کی جگہ سات سات ہو گئے۔اِس کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

<u>زمینیں بھی سات ہیں:</u> اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ، یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا o (طلاق 65/12)

''اللہ وہی ہستی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور از قسم زمین بھی سات ہی زمینیں آسمانوں کی مانند بنائیں آسمانوں اور زمینوں کے درمیان احکاماتِ خداوندی نازل ہوتے رہتے ہیں۔تاکہ تم یہ علم حاصل کرسکو کہ اللہ یقیناً ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ یقیناً اللہ نے ہر چیز کو اپنے علمی احاطہ میں گھیرا ہوا ہے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت (41/12) میں زمین و آسمان دونوں مخاطب اور زیرِ حکم تھے اور دونوں کو سات سات بن جانے کا حکم دیا اور سات زمینیں اور سات آسمان بن گئے۔ **بیـان الامـامۃ** کیلئے ہم نے ابتدا میں عرض کیا ہے کہ اس میں نظامِ امامت والی تشریحات کچھ زیادہ کُھل کر لائی جائیں گی جنہیں ہم نے سادہ ترجمہ وتفسیر میں عمداً چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ یہ حقیقت بھی نظامِ امامت ہی میں لکھی جا رہی ہے کہ آئمہ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیہم عموماً اور حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ خصوصاً مقامِ خداوندی سے بات کیا کرتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے یہ مستقل عنوان نمبر 2 قائم کیا گیا ہے۔

(ج) انسانی اعضاء بھی اللہ اور اللہ کے نمائندوں سے بات کر سکتے ہیں

اور دکھایا جا رہا ہے کہ اللہ اور اللہ کے نمائندوں کے حضور میں کائنات کی ہر جاندار و بے جان اور ہر باشعور و بے شعور چیز زبان و شعور حاصل کر لیتی ہے اور بات کرتی ہے چنانچہ آسمان و زمین پر آیات آ چکی ہیں اب یہ دیکھیئے کہ جسم کے تمام اعضاء بھی بات کر سکتے ہیں۔

(1) ہاتھوں اور پیروں کا گواہی دینا

قرآن کریم میں اللہ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ o(یٰسٓ 36/65)

”آج ہم اِن کے منہ بند کئے دیتے ہیں۔ اُنکے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور اُن کے پیر گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے۔“

یہاں منہ بند کرنے کے معنی بولنے کا اختیار چھین لینا ہیں تا کہ وہ غلط بات کہہ ہی نہ سکیں۔

(2) ہاتھوں پیروں اور زبانوں کا ذاتی طور پر بولنا

جیسا کہ دیکھا گیا کہ اللہ بولنے کا اختیار چھین لے گا اور ہاتھ و پیر باتیں کریں گے اُسی طرح اُن کی زبانیں قلب و دماغ کی مدد کے بغیر شہادت دیں گی۔ فرمایا گیا کہ:

يَّوۡمَ تَشۡهَدُ عَلَيۡهِمۡ اَلۡسِنَتُهُمۡ وَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ o (سورۃ نور 24/24)

''اُس روز اُن کی اپنی زبانیں اور اُن کے ہاتھ اور پیر اُن کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کیا کیا اعمال کرتے رہے تھے۔''

(3) **<u>کانوں، آنکھوں اور کھالوں کا اور ہر چیز کا بولنا</u>:** فرمایا گیا کہ:

حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوۡهَا شَهِدَ عَلَيۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَ اَبۡصَارُهُمۡ وَ جُلُوۡدُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ o وَ قَالُوۡا لِجُلُوۡدِهِمۡ لِمَ شَهِدۡتُّمۡ عَلَيۡنَا قَالُوۡۤا اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ o وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَتِرُوۡنَ اَنۡ يَّشۡهَدَ عَلَيۡكُمۡ سَمۡعُكُمۡ وَ لَاۤ اَبۡصَارُكُمۡ وَ لَا جُلُوۡدُكُمۡ وَ لٰـكِنۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعۡلَمُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ o (سورۃ حٰمٓ السجدہ 20 تا 41/22)

''یہاں تک کہ جب وہ سب وہاں پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کے جسم کی کھالیں اُن پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارے خلاف گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں تو اُسی خدا نے قوتِ گویائی عطا کی جس نے ہر چیز کو زبان وقوتِ گویائی عطا کی ہوئی ہے۔ اور اُسی نے تمہیں پہلی مرتبہ زبان وقوتِ گویائی دے کر پیدا کیا تھا۔ اور اب تم اُسی کی طرف رجوع کرائے گئے ہو۔ تم دنیا میں جب چھپ کر اور چھپا کر جرائم کیا کرتے تھے تو یہ نہ جانتے تھے کہ اعمالناموں کے علاوہ تم پر خود تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گی۔ اِس کے برخلاف تمہارا تو گمان یہ تھا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کا بہت کثیر حصہ اللہ کو معلوم ہی نہیں ہوتا۔ تمہارا یہی گمان تمہیں لے ڈوبا جو تمہیں اپنے پروردگار کے خلاف رہتا رہا اور اُسی ظن کی وجہ سے تم آج خسارے میں رہے ہو۔''

(حٰمٓ السجدۃ 20 تا 41/22)

(4) جانوروں کا انسانوں سے بولنا:

اب یہ دیکھیئے کہ جاندار بے شعور مخلوق بھی بول سکتی ہے اور بولتی ہے (41/21)۔فرمایا گیا کہ:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَo (سورۃ النمل 27/82)

"اور جب اُن پر بات واقع ہو چکے گی تو ہم اُن کیلئے زمین سے ایک جاندار نکالیں گے جو اُن سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہ کیا کرتے تھے۔"

(5) اس زمین کا، ایک خاص انسان کی باز پُرس پر، اپنی سرگزشت سنانا، نوعِ انسان کیلئے اپنے تمام دفینے نکالکر اُس کے حضور پیش کرنا

قارئین کرام نے پہلے ہی نمبر پر زمین کا بولنا اور اللہ کے حکم کی اطاعت کرنا دیکھا تھا۔اب یہاں پھر زمین کا بولنا سامنے آنے والا ہے اور یہ بولنا اُسی "کل" کے واقع ہو چکنے کا نظارہ پیش کرے گا جس کی اطلاع حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ نے اس خطبہ (28/4) میں دی ہے۔اور جس کے لئے یہ کائنات وجود میں لائی گئی تھی اور نوعِ انسان کو اس زمین پر ترقی کے لئے ایک طویل مدت ومہلت عطا کی گئی تھی۔اور انسانوں کی راہنمائی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے انبیا اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیھم نے بڑی دردناک وروح فرسا قربانیاں دی تھیں اور وہی زمین اور پوری نوعِ انسان اُس وقت تمام انبیاؑ ورُسلؑ، آئمہؑ وشھدؑا کے جانشین، اللہ کے آخری نمائندے اور قائمِ قیامت صلوٰۃ اللہ علیہ کے قابو میں ہوگی اور پوری کائنات اُن کے احکام کی تعمیل کر رہی ہوگی۔سنیئے اللہ کا ارشاد ہے کہ:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاo وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاo وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاo یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا o بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاo یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ o فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ o وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ o (سورۃ الزلزال 1 تا 99/8)

''اے رسولؐ اُس وقت کا ذکر کرو جب اِس زمین کو اندرونی زلزے سے اس طرح ہلایا جائے گا کہ ہلانے کا مقصد مکمل ہو سکے تا کہ زمین اپنے ودیعت شدہ، برداشتہ، اور پروردہ سامان کو باہر نکال سکے۔اس پر ایک مخصوص انسانؑ زمین سے دریافت کرے گا کہ اُسے کیا ہو گیا کہ لرز رہی ہے؟ اُس دریافت کرنے والے انسانؑ کو اُس روز زمین اپنی تمام خبریں اور سرگزشت سنائے گی۔اِس لئے کہ اے رسولؐ آپ کا پروردگار اُس دن زمین کو وحی کرے گا کہ وہ اپنا تمام حال اُس مخصوص شخصؑ سے بیان کر دے۔وہی دن تو ہو گا جس روز تمام متعلقہ لوگ یکے بعد دیگرے منتشر حالت میں صادر ہوتے رہیں گے تا کہ اُنہیں اُن کے کئے ہوئے اعمال باری باری اور مختلف طور پر دکھائے جاسکیں۔چنانچہ جس جس نے ذرہ بھر بھی بھلائی کی ہوئی ہوگی اور جزا نہ ملی ہوگی وہ اُس نیکی اور جزا کو موجود پائے گا۔اور جس جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوئی ہوگی اور سزا نہ ملی ہوگی وہ اس ذرہ برابر برائی کی سزا بھی پا کر رہے گا۔''

3۔ نمائندگانِ خداوندی بھی اس کائنات پر خیالی حکمرانی نہیں کرتے بلکہ ساری مخلوقات اُنؑ کے لئے مجسم وباشعور ہیں اور وہؑ عملاً حکمران ہیں

مندرجہ بالا سورہ کی تشریحات وتفصیلات کیلئے ذرا سا انتظار فرمائیں یا ہماری تفسیر احسن التعبیر ملاحظہ فرمائیے۔ بہر حال یہ سورہ یہ واضح کرتی ہے کہ ایک مخصوصؑ انسان ایسا بھی موجودؑ تھا اور ہےؑ جسے زمین اپنی طویل ترین سرگزشت سنائے گی اور وہ انسانؑ زمین سے باز پُرس کریگا اور اُسکے تمام دفینے نکلوائے گا۔اور تمام انسانوں کو اُنکے اعمال دکھانے اور جزا وسزا دینے پر مامور کیا جائیگا۔وہ مخصوصؑ انسان کون تھا؟ اِسکا جواب تفصیل سے بتدریج آنیوالا ہے یہاں تو اتنا سمجھ لیں کہ وہ نائبؑ الٰہی اور نمائندۂ خداوندی ہے۔اور جس طرح زمین و آسمان اپنے خالق کے حضور اپنی ضروریات بیان کرتے اور اسکی اطاعت کرتے ہیں بالکل اُسی طرح نائبؑ خداوندی اور ناظمؑ کائنات کے حضور مطیع وفرماں بردار ومحتاج ہوتے ہیں۔

4 **تخلیقِ کائنات کا ہر مرحلہ حقیقیؐ اور اوّلینؐ مخلوقؐ و نائبؐ خداوندی کے سامنے سے گزرتا ہے اسلیئے اوّلین نائبؐ پوری کائنات کی خبر رکھتا ہے**

نورِ محمدیؐ اور اجزائے نورِ محمدیؐ کے متعلق تفصیلات سابقہ خطبات میں بیان ہوتی رہی ہیں۔ یہاں تو قرآن سے ایک دو آیات اُس مطابقت کے لئے پیش کرنا ہیں جو کائناتی معلومات واطلاعات پر ایک مخصوص نائبِ خداوندی کا مقام وزمانہ ونام متعین کرنے میں مدد دیں گی سنئے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ○ نِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ○ (سورۃ فرقان 25/58-59)

علامہ مودودی کا ترجمہ: ''اے محمدؐ اُس خدا پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو۔ اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے وہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمانوں کو اور اُن ساری چیزوں کو بنا کر رکھ دیا جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں، پھر آپ ہی کائنات کے تختِ سلطنت ''عرش'' پر جلوہ فرما ہوا، رحمٰن، اُس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 460)

(الف) وہ کون شخص ہوسکتا ہے جو آیات (فرقان 25/58-59) کی تفصیل سے ویسا ہی خبردار (خبیر) ہو جیسا اللہ خبیر ہے؟ اور رسوؐل کو خبریں دے سکے؟

اِن دونوں آیات (25/58-59) میں دو خبیروں کا ذکر ہوا ہے۔ اور ایک خبیر کو ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر دوسرے خبیرؐ کو قریشی خلفا اور علما نے جان بوجھ کر چھپایا ہے۔ مگر وہ خبیرؐ اپنی قوت کے زور سے ظاہر ہونے پر مامور تھا۔ اور ایسا تھا کہ اللہ کی

طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پوری کائنات وموجودات کی تفصیل بتا سکتا تھا اور رسوؐل مامور تھے کہ اُس سے جو چاہیں پوچھتے رہیں۔ اور اللہ کو اُس خبیرؑ پر یقین تھا کہ وہؑ ہرگز غلط اطلاع یا خبر نہ دے گا۔ قارئین خود سوچیں اور بتائیں کہ عہدِ رسوؐل میں ایسا کون شخص ہو سکتا ہے؟ چاہیں تو حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کا نام لے دیں۔ مگر ذمہ دار رہیں اور یاد رکھیں کہ وہ بے چارے تو اپنی جہالت ولاعلمی کا اقرار کرتے کرتے تھکتے نہ تھے اور مدینہ کی عورتوں کو بھی اپنے سے زیادہ عالم کہتے تھے۔ ساری اُمت میں مسلّمہ ایک ہستی ہے جسے قرآن کریم نے نام لے کر ایک ایسی زبان قرار دیا ہے جو سچ وصحیح بیان کرنے کی ذمہ دار ہے اور انسانوں کے آخری دور تک ذمہ دار ہے (مریم 19/51، شعراء 26/84) (تفسیر قمی) اور تمام سابقہ ادوار میں بھی ہر نبیؑ کیلئے مجسم سچائی حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ تھے۔

(مقبول احمد صاحب دہلوی ترجمہ صفحہ 492 وصفحہ 590)

اب ہمارے قارئین یہ یقین فرمالیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اُس خطبے (کے پانچ جملوں 1 تا 28/5) میں دنیا وآخرت کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ خیالی ونظری نہیں ہے بلکہ دُنیا اور آخرت نے حضوؐر کو اُسی طرح مجسم وباشعور ہوتے ہوئے اپنی رخصت اور آمد کی اطلاع دی ہے جس طرح کائنات کی ہر چیز کے بولنے اور اطاعت کرنے کا ثبوت قرآن کریم سے سامنے لایا جا چکا ہے۔

(ب) <u>سورۂ زلزال کی تشریح اور قریشی علما کا مقام مرتضویؑ کو چھپانا</u>: قارئین کرام کی سہولت کیلئے ہم یہاں بھی سورۂ زلزال کی شرح میں چند حقائق بیان کرتے ہیں۔ اس سورہ کو پڑھتے ہوئے یہ دیکھیں کہ اس میں کہیں بھی اللہ نے نہ لفظ قیامت استعمال کیا ہے اور نہ کہیں یہ فرمایا ہے کہ زمین کا یہ زلزلہ قیامت کے روز واقع ہوگا اور قیامت سے پہلے ایسا زلزلہ ہرگز نہ آئے گا۔ پھر یہ معلوم ہے کہ اس دنیا میں چھوٹے بڑے، ہلکے اور شدید تباہ کن زلزلے آتے ہی رہتے ہیں۔ اور ایسا آدمی ملنا مشکل ہے جس نے کوئی بھی اور کسی قسم کا بھی زلزلہ نہ دیکھا

ہو۔ہم نے اِن دونوں باتوں پر اسلئے متوجہ کیا ہے کہ قریشی علماہر اُس بات کو قیامت میں واقع ہونیوالی بات کہتے رہتے ہیں جو زمانۂ رجعت میں تفصیلی جزا وسزا کو ثابت کرتی ہو۔اور جب قرآن لفظِ قیامت کہہ کر کچھ بتاتا ہے تو اُسے قیامت کے آخری دور میں واقع ہونے والی بات کہہ کر حقائق پر پردہ ڈال کر اپنے پیروؤں کو تاریکی میں رکھتے ہیں۔سورۂ زلزال کے زلزلے کو بعض قریشی مفسروں نے قیامت کے پہلے دور کا زلزلہ لکھا ہے جو کسی قدر غنیمت اور حق سے قریب تھا۔مگر علامہ مودودی بھانپ گئے اور جانتے بوجھتے اور اقبال کرتے ہوئے بھی اُس زلزلے کو قیامت کے دوسرے دور یا مرحلہ کا زلزلہ لکھ دیا سنئے لکھا ہے کہ:

(ج) علامہ مودودی اینڈ کمپنی اُس زلزلہ کو قیامت کے دوسرے دور کا زلزلہ لکھتے ہیں

"بعض مفسرین نے اس زلزلے سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیا ہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا۔یعنی جب ساری مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔لیکن مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جس سے قیامت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوگا۔یعنی جب تمام اگلے پچھلے انسان دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھیں گے۔ یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ بعد کا سارا مضمون اسی پر دلالت کرتا ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420)

(د) جھوٹوں کی شیطان بھی حفاظت نہیں کرتا وہ خود اپنے بیانات کے خلاف لکھا کرتے ہیں،اُن کے تمام متعلقہ بیانات کو جمع کرلیا جائے تو فریب کھُل جاتا ہے

علامہ مودودی نے آثارِ قیامت اور قیامت کے حالات کو اگر قرآن کے بیانات تک محدود رکھا ہوتا اور قرآن کے متعین کردہ مقاصد پر غور کر کے آیات کے بیانات کو ترتیب دیتے تو وہ اُس نقشہ کو تیار کر سکتے تھے جو لفظِ قیامت کی ترتیب وار تصویر ہوتی۔لیکن جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے کہ قریشی علما اُس طویل دور کو قطعاً سامنے نہیں لانا چاہتے جس میں اسلام کا

خالص غلبہ ہوگا (توبہ 33-9/32) اور نورِ خداوندی یعنی نورِ محمدؐ ساری کائنات کو منور کر کے مکمل ہو جائے گا (سورۃ فتح 29-48/28، سورۃ الصّف 9-61/8) اور اس دُنیا میں کسی اور دین یا نظام کا وہم تک بھی نہ رہے گا۔ حقیقی تعلیماتِ اسلام برسر کار ہوں گی اور یہ وہ زمانہ ہوگا جب حضرت حجۃؑ امام العصر والزمان یعنی حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہور فرما کر اس دنیا سے ظلم و جبر کو ختم کر دیں گے اور دُنیا کو عدل و انصاف سے لبریز کریں گے۔ طبقہ واریت اور استحصال کو نیست و نابود کر کے مساوات قائم فرمائیں گے اور حضورؑ کی تائید و نصرت کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاضر ہوں گے۔ اور دوسرے منتظر رکھے گئے انبیا علیہم السلام کے ساتھ ملکر حضرتِ حجۃؑ کے ماتحت مختلف فرائض انجام دیں گے۔ یہ دور چونکہ اولادِ مرتضٰیؑ کا ہوگا اور اسی دور میں قیامت کے تمام ادوار واقع ہونا ہیں اور تمام نوعِ انسان کے محروموں اور مظلوموں کو اُن کی وہ جزا دیا جانا ہے جس کے ملنے کا اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہے اور پوری نوع انسان کے اُن ظالموں اور جابروں کو اسی دنیا میں وہ سزائیں دینا ہیں جن سے وہ بچ نکلے تھے۔ یوں عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے فرمانے اور حقوق العباد پورے کرا چکنے کے بعد حضورؑ قیامِ قیامت کا اعلان فرمائیں گے اب نوع انسان کی حقوق اللہ اور عقائد و تصورات پر بازپُرس کے لئے تیاری کی جائے گی۔ اسی لئے حضورؑ کا ایک لقب قائمِ قیامت ہے۔ قریش اس عظمتِ محمدؐی اور علویؑ کو چھپا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے ادوار کو گڈمڈ کر کے مضحکہ خیز بناتے چلے آ رہے ہیں۔ چنانچہ مودودی کے بیان عنوان (ج) میں لکھا دیکھا گیا ہے:

(1) مودودی کی قیامت کا پہلا دور

"بعض مفسرین نے اس زلزلے سے مراد وہ پہلا زلزلہ لیا ہے جس سے قیامت کے پہلے مرحلے کا آغاز ہوگا۔ یعنی: "جب ساری مخلوق ہلاک ہو جائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔" (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 420)

قارئین یہ بات نوٹ کرلیں کہ مودودی والی قیامت کے پہلے دور میں؛

''ساری مخلوق ہلاک ہوجائے گی اور دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا۔''

(2) پہلے مرحلہ میں مخلوق ہلاک نہ ہوگی یہ نظام درہم برہم ہوجائے گا:

اسی جلد کے صفحہ 436،435 پر لکھتے ہیں کہ:

''یہاں تک قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے یعنی جب وہ حادثۂ عظیم برپا ہو گا جس کے نتیجے میں دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ اُس وقت لوگ گھبراہٹ کی حالت میں اس طرح بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے ہرطرف پراگندہ ومنتشر ہوتے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 436،435)

قارئین نے دیکھ لیا کہ علامہ مودودی کی قیامت کا پہلا مرحلہ ہی غلط نکل گیا ہے تو باقی مراحل کے لئے کیا کہا جائے؟

(3) دوسرے مرحلے یا دوسرے صور پر پوری نوع انسان زندہ ہوکر میدان حشر میں پیش ہوگی

اب یہ ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ کی قیامت کے دوسرے مرحلے میں یا دوسرا صور پھونکے جانے پر کیا ہوگا؟ سنئے:

1۔ ''یہاں سے قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر شروع ہوتا ہے جب دوبارہ زندہ ہوکر لوگ اللہ تعالٰی کی عدالت میں پیش ہوں گے۔

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 436)

2۔ ''دوسرا صور پھونکا جائے گا اور تمام اوّلین وآخرین از سرِ نو زندہ ہوکر اپنے آپ کو میدان حشر میں پائیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 552)

(4) دوسرے مرحلے یا دوسرے صور کیلئے زندہ ہو کر پیش ہونا علامہ مودودی نے غلط کہا اس لئے کہ یہ سب کچھ تو تیسرے مرحلہ یا تیسرے صور پر ہونا لکھا ہے

1۔ ''پھر نفخِ صورِ آخر کے ساتھ ہی تمام وہ انسان جو تخلیقِ آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے تھے، ازسرِ نو زندہ کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 493)

2۔ ''اسی بنا پر احادیث میں تین مرتبہ نفخِ صور واقع ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک نفخة الفَزَ ع، یعنی گھبرا دینے والا صور۔ دوسرا نفخةُ الصَّعق، یعنی مار گرانے والا صور۔ تیسرا نفخةُ الْقیام لِرَبِّ العالمین، یعنی وہ صور جسے پھونکتے ہی تمام انسان جی اُٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور پیش ہونے کیلئے اپنے مرقدوں سے نکل آئیں گے۔''

ان دونوں حوالوں میں مودودی کی قیامت کے تمام مراحل ختم ہو گئے۔ اس لئے کہ عدالت و جزا و سزا آخری مرحلہ ہے، سنئے:

(3) ''یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں (سورہ غاشیہ میں) بحیثیت مجموعی پورے عالمِ آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اُٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک تمام مراحل پر حاوی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 320)

قارئین نے پھر دیکھا کہ علامہ مودودی کے سمجھے ہوئے تمام مراحل ایک دوسرے کا رد کرتے ہیں اور سب متضاد ہیں۔

5۔ سورۂ زلزال میں مذکور زلزلے کو اور اُس کے مقصد کو اُلجھانے کے لئے مودودی نے چند اور مضحکہ خیز بیانات دیتے ہوئے قرآن کے الفاظ کے معنی بھی بدل دیئے

قریشی علما کا اصول یہ ہے کہ: ''کوئی سُنے یا نہ سُنے، غلط قرار دے یا صحیح کہے، تم برابر کہتے

ہی چلے جاؤ۔''

ہم نے اُن کے اِس اصول کو اپنی تفسیر میں بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے اور نہج البلاغہ کی تشریحات میں اُن باطل پرستوں کی نقاب کشائی ضروری ہے۔ اس لئے ہم کچھ دُور تک مودودی کا تعاقب کریں گے تاکہ سورۂ زلزال کا حقیقی مقصد قارئین کو سمجھ میں آجائے اور وہ پردے اُٹھ جائیں جو قریشی علمانے ڈالے ہیں۔ لہٰذا مودودی کے مغالطہ انگیز چند بیانات اور اُن کی حقیقت دیکھنا شروع کیجئے:

(اوّل) زمین نے جب تمام اگلے پچھلے مُردوں کو نکال پھینکا اور وہ سب زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے تو زلزلے سے وہ کون سے مُردے باہر نکالے گی؟ اس سلسلے میں مودودی یہ لکھتے ہیں کہ:

''وَ اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا o (99/2) یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ اِنشقاق آیت (84/4) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وَ اَلۡقَتۡ مَا فِيۡهَا وَ تَخَلَّتۡ o "اور جو کچھ اُس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی۔'' اِس کے کئی مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ مرے ہوئے انسان زمین کے اندر جہاں جس شکل اور جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے اُن سب کو وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔.......دوسرا مطلب یہ کہ صرف مرے ہوئے انسانوں ہی کو وہ باہر نکال پھینکنے پر ہی اکتفا نہ کرے گی، بلکہ اُن کی پہلی زندگی کے افعال و اقوال و حرکات و سکنات کی شہادتوں کا جو انبار اس کی تہوں میں دبا پڑا ہے اُس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔''

(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 421-420)

(دوم) علامہ کے بیان پر بار بار نظر ڈالنا ہوگی: سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ مودودی نے سورہ زلزال کی دوسری آیت کا صحیح ترجمہ و تشریح کرنے اور اُس کے نتیجہ پر بات کرنے کے بجائے سورۂ انشقاق کی چوتھی آیت کو اُس کا ہم معنی کر دیا۔ پھر سورۂ انشقاق کے غلط معنی کر

کے اُن پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُس کے کئی مطالب کہہ کر دو مختلف و متضاد مطالب لکھ بھی دیئے اور اپنی اس دھاندلی کی چادر کے نیچے دونوں آیات کے مقاصد کو چھپا کر ٹھنڈے ٹھنڈے چل دیئے۔ پھر یہ دیکھئے کہ پچھلی زندگی کے اقوال وحرکات وسکنات مادی جسم رکھنے والی چیزیں نہیں ہیں کہ وہ مُردوں یا لوہے تانبے اور چاندی سونے کی طرح یا اُن سکوں کی طرح کہیں زمین میں دفن پڑے رہتے اور زمین اُن کو نکال پھینکتی؟

پھر یہ سوچیئے کہ الفاظ اعمال واقوال وافعال وحرکات وسکنات تمام عربی زبان کے الفاظ ہیں اور مذکورہ بالا دونوں آیات (سورۃ الزلزال 84/4، 99/2) میں اِن کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مودودی کا اپنا قریشی مطلب ہے، آیت یا آیات کا مطلب نہیں ہے۔

پھر یہ دیکھئے کہ سورۂ انشقاق میں کہیں بھی نہ زمین کو ہلانے یا زلزلے کی بات ہے نہ وہاں مُردوں کا تذکرہ ہوا نہ زمین کو یہ حکم ملا کہ وہ اپنا سامان نکالے۔ بہر حال جب، بقول علامہ، وہ بلا کسی حکم اور زلزے کے سب کچھ نکال بیٹھی تو اُسے زلزے میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جب تمام مُردے نکل چکے تو اب زلزلے سے کون سے مُردے نکالے گی؟ یہ ہے وہ قریشی شعور جسے مودودی صاحب آیات کا مطلب اور قرآن کی تفسیر کہتے ہیں اور جسے اُنکے پیرو مسلمان تعلیماتِ خداوندی سمجھ کر مانتے اور گمراہ رہتے چلے آئے ہیں۔

6۔ <u>قریش اور قریشی علمانے قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا اُسے سمجھنا آئمہ معصومینؑ کی مدد کے بغیر علما کیلئے ناممکن تھا۔ ہمارے بیانات کو بغور پڑھیئے اور قریشی پالیسی سمجھیئے</u>

شیعہ علما نے ایک ہزار سال سے اپنا تعلق اور رشتۂ راہنمائی صاحبِ قرآن امام عصرو الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع رکھا ہے اور قریش کی طرح قرآن اور شریکِ قرآن کو مہجور چھوڑ کر اپنا مرکز و راہنما طاغوت کے اجتہاد کو بنائے رکھا ہے (سورۃ نسآء 4/59-60، فرقان 25/30) اسلئے شیعہ علما ہوں یا سُنی علما ہوں دونوں کا ماخذ طاغوتی اجتہاد ہے۔ دونوں کا طرزِ فکر اور طریقِ استدلال ایک ہی ہے۔ دونوں کے دلائل اور براہین

میں لیبل کی رعایت کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اسلئے اُن دونوں کو اللہ و امامؑ سے راہنمائی و ہدایت کیوں ملتی؟ ہدایت و راہنمائی تو طالبانِ ہدایت اور محتاجانِ راہنمائی کو ملا کرتی ہے۔ اور یہ لوگ ہرگز طالبانِ ہدایت نہیں ہیں نہ وہ اللہ و امامؑ کی راہنمائی کے محتاج ہیں۔ وہ بفضلِ شیطان طاغوت کی طرف سے خود مکتفی اور قرآن کے امام بنا دیئے گئے ہیں۔ قرآن اُن کی ترجمانی و تفسیر کا محتاج ہے وہ اللہ اور قرآن کے محتاج نہیں ہیں۔ جب سے اُنھوں نے اپنے ردّ و ابطال میں بلند ہونے والی آوازوں کو کچل کر خاموش کیا ہے۔ انہیں کسی مخالف یا اختلافِ رائے کا خطرہ بھی نہیں رہا لہٰذا نہایت بے باکی اور اطمینان سے جو چاہتے ہیں خود کہتے اور لکھتے ہیں اور اپنے اقوال کو اللہ کا کلام منواتے ہیں (بقرہ 2/79) اور چونکہ اپنے پیروؤں (شیعہ سنی دونوں) کو عربی سے جاہل رکھا ہوا ہے اس لئے اس کی بھی فکر و پرواہ نہیں کرتے کہ ہمارا ترجمہ لغات و قواعد کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا اُمت کے سیدھے سادے عربی سے ناواقف قاریوں کو یہ پتہ کیسے چلتا کہ اُن دونوں آیات (84/4، 99/2) میں آئے ہوئے الفاظ اَلْقَتْ اور اَخْرَجَتِ کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق اور اختلاف ہے اور جو خود مودودی کے اپنے ترجموں سے بھی ثابت ہے۔ ہم اختصار کی غرض سے غیر اہم پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ لفظ ''اَلْقَتْ'' کی بنیاد یا مادہ ل۔ق۔ی ہے۔ جس سے لفظ لَقَاءٌ (دیدار) اور لفظ مُلَاقَاتٌ بنتے ہیں۔ اور لفظ ''اَخْرَجَتْ'' کا مادہ یا بنیاد، خ۔ر۔ج ہے۔ جس سے لفظ خَارِجٌ وغیرہ بنتے ہیں۔ اور الفاظ ملاقات اور خارج کا آپس میں نہ کوئی معنوی تعلق ہے نہ رشتہ ہے۔ پھر سورۂ زلزال میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ:

''زمین کے اندر جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ خارج کردے گی۔'' بلکہ وہاں تو اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا فرمایا گیا ہے یعنی:

''زمین اپنے اَثْقَال کو خارج کردیگی۔'' اور یہ معلوم ہے کہ لفظ ''اَثْقَال'' کے معنی ہرگز

''سب کچھ''نہیں ہوتے اور خود مودودی نے اس لفظ کے معنی ''سب کچھ نہیں کئے'' حالانکہ اُنہوں نے اس لفظ کے غلط معنی کئے ہیں۔لہٰذا قرآن سے ایک آیت کا ایک ٹکڑا ملاحظہ فرمائیں جس میں اللہ نے مودودی اینڈ کمپنی کو ہماری گرفت میں دینے کیلئے اس لفظ''اَثْقَال''کو تین مرتبہ استعمال کیا ہے:

''وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ''

(عنکبوت 29/13 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 683)

(الف) مودودی کا غلط ترجمہ: ''ہاں ضرور وہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بہت سے بوجھ بھی۔''

پہلے یہ سمجھ لیں کہ لفظ اَثْقَال کے معنی اگر واقعی''جو کچھ''اور''سب کچھ''ہوتے تو مودودی یہاں بھی تینوں جگہ وہی معنی کرتے۔

(ب) اگر مودودی کے اختیار کردہ لفظِ اَثْقَال کے معنی کو آیت (99/2) میں اختیار کر لیا جائے تو (معاذ اللہ) آنحضرتؐ اور انبیاؑ اور شہداؑ کو بارِ زمین ماننا ہوگا

جب یہ دیکھ لیا گیا کہ علامہ صاحب لفظ اَثْقَال کے معنی سچے دل سے''بوجھ''کرتے ہیں تو سورۂ زلزال کی آیت (99/2) کی ذیل میں اس ترجمہ پر سنجیدہ اعتراض قائم نہیں ہوتا کہ: وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاo (92/2)

(ج) مودودی کا (99/2) کا ترجمہ:''اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دیگی۔''(تفہیم القرآن 6 صفحہ 420)

اگر ہم اَثْقَالَهَا کے معنی زمین کا بوجھ مان لیں تو تمام انبیاؑ وشہداؑ کی مدفون لاشوں کو بارِ زمین ماننا ہوگا اور کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش کو بھی بارِ زمین ہونے کی بنا پر زمین باہر پھینک دے گی۔یہ سبب ہے کہ ہم مودودی کے ان معنی کو غلط اور توہینِ انبیاورسل علیھم السلام کہنے پر مجبور ہوئے اور ہم اِن معنی کو یہ سمجھ کر برداشت کر لیتے کہ

مودودی محمدؐ وآل محمد علیھم السلام کا مخالف ہے اور لغت عربی سے جاہل ہے۔ مگر کیا کریں کہ اس دشمنِ خدا ورسولؐ نے تو ہر جگہ اس لفظ کے معنی بوجھ نہیں کئے ہیں یعنی وہ حقیقی معنی پر مطلع ہے اور جان بوجھ کر از راہِ بغض وعناد و دشمنی غلط معنی کر تا رہا ہے، سنئے:

(د) مودودی کے جرم کو واضح کرنے کیلئے اللہ نے قرآن میں آیات کو دشمنانِ قرآن کی گھات میں لگا رکھا ہے جو اُنہیں گرفتار کرا دیتی ہیں

اللہ نے فرمایا ہے کہ: **یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا؟ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ، لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً** ......الخ (اعراف 7/187) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 105)

(ہ) مودودی کا اپنے ترجمہ کے خلاف ترجمہ کرنا

''یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کی گھڑی کب نازل ہوگی؟ کہو'' اُس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اُسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ آسمانوں اور زمین میں وہ بڑا سخت وقت ہوگا۔ وہ تم پر اچانک آجائے گا۔''

قارئین دیکھیں کہ یہاں لفظ ''ثَقُلَتْ'' اثقال ہی کے خاندان اُسی مادہ ''ث۔ق۔ل'' سے آیا ہے اور اب اُس کے معنی بھاری وقت نہیں کئے بلکہ بڑا سخت وقت کئے ہیں۔ اور تمام اردو دان جانتے ہیں کہ لفظ ثقیل سخت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بیمار کو نرم غذا دینا، ثقیل خوراک سے پرہیز کرانا یعنی ایسی غذا سے بچانا جو زود ہضم نہ ہو۔ الفاظ ثقیل۔ اثقال وغیرہ کے حقیقی اور بنیادی معنی دیکھنے سے پہلے اسی مادہ ث ق ل سے نکلنے والے ایک اور لفظ کے معنی دیکھ لیں جہاں وہ بوجھ اور بوجھل معنی نہیں کرتے اور پکڑے جاتے ہیں۔

(و) دوسرا مقام جہاں علامہ مودودی بوجھ اور بوجھل ترجمہ نہیں کرتے

اللہ نے فرمایا کہ: **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ**...... الخ (سورۃ توبہ 9/38)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟''

(توبہ 9/38)(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195-194)

یہاں موقع تھا کہ علامہ یہ ترجمہ کرتے کہ تم بوجھل ہو کر رہ گئے مگر اس لفظ کے بنیادی معنی بوجھ ہوتے تو یقیناً علامہ سے غلطی بھی نہ ہوتی اور وہ پکڑے بھی نہ جاتے۔

(ز) قریشی پالیسی نے قرآن کے معنی بدلنے میں ہر وہ راہ اختیار کی جو حکومت کے جبر و استبداد و دولت و پروپیگنڈے سے سات سو سال میں ممکن تھی

قرآن میں معنوی تبدیلی کے بغیر فضائل خاندانِ رسالت اور حقائقِ اسلام کو چھپانا ناممکن تھا لہٰذا سات سو سال کے تسلط کے دوران قریشی حکومتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ نہ صرف عربی الفاظ کو غلط معنی میں استعمال کرنے کا مستقل رواج ڈالا، مدارس اور خطیبوں اور مقررین سے اس رواج کو عام کرایا بلکہ ایسی لغات بھی تیار کیں جن میں ایک ایک عربی لفظ کے سینکڑوں غلط معنی بھر دیئے۔ حالانکہ عربی زبان میں کسی بھی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ناممکن تھے۔ بہر حال ہم نے قریش کو اس میدان میں بھی شکست فاش دی اور اُن کو شرمندہ و ذلیل کرنے کیلئے مستقل انتظام کیا۔ پہلے انہیں قرآن ہی سے مجرم قرار دیا جیسا کہ ابھی ابھی علامہ زیر حراست ہیں پھر اُن ہی کی تیار کردہ لُغات سے انہیں مات دی اور حقیقی معنی نکال کر دکھا دیئے۔ اور اس وقت اور اس عنوان میں ہم لغت سے ہی حقیقت حال سامنے رکھنے والے ہیں۔ لہٰذا اُس لغت سے مدد لیتے ہیں جو عربی اُردو کی مستند لغت ہے اور نام لغات القرآن ہے اور خالص علما کی تیار کردہ ہے اور قرآن کے تمام الفاظ اور اُن کے معنی پر حاوی ہے۔ اور ث۔ق۔ل سے بننے والے تمام الفاظ کے معنی بلا تکلف ہر جگہ وزنی بھاری اور بوجھ لکھتی رہی ہے۔ مگر اللہ کا فطری قانون یہ ہے کہ ہر مجرم سے جرم کے دوران احتیاط کے باوجود، کم از کم ایک غلطی ضرور سرزد ہونا لازم ہے۔ لہٰذا ہر محقق اور مُفتّش کو

تحقیق اور تفتیش کے دوران اُس غلطی کی تلاش ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا لغات القرآن میں لاشعوری طور پر وہ غلطی ہوگئی ہے جس سے حقیقت کی طرف راہنمائی ہوتی ہے۔ سنیئے کہ مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے جلد اوّل میں اُسی لفظ ''اَثَاقَلْتُمْ'' کی تشریح اور معنی بیان کئے ہیں جو آیت (9/38) میں مودودی کو زمین سے چمٹ جانے پر مجبور کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ:

<u>لغات القرآن کا بیان:</u>

''اثاقَلْتُمْ ''تم بوجھ سے جھکے'' تَثَاقُلْ سے جس کے معنی گراں بار اور بوجھل ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اَشیاء کو کبھی تو ہلکے اور بھاری ہونے کے اعتبار سے ثقیل کہا جاتا ہے۔ اور کبھی جن اجسام کا رُخ اوپر کی طرف ہوتا ہے اُن کو خفیف (ہلکا) کہتے ہیں جیسے آگ اور دھواں، اور جو نیچے کی طرف مائل ہوتے ہیں اُن کو ثقیل کہا جاتا ہے جیسے پانی اور پتھر۔ یہاں دوسرے معنی ہی کے اعتبار سے ''بوجھ سے جھکے جانے'' کے معنی مراد ہیں (10/12 دسویں پارہ کا بارھواں رکوع) (جلد اوّل صفحہ 26-25)

لغات القرآن کے اس بیان سے جو راہنمائی ملتی ہے اسکو سمجھنے کیلئے ایک دوسری عربی اردو لغت، اَلْمُعْجَمُ الْاَعْظَمُ مرتبہ محمد حسن الاعظمی مِن عُلمائے ازھر، جنرل سیکریٹری جماعت الاخوۃ الاسلامیہ مصر سے دیکھئے:

اَلثِّقَل۔ ج (جمع) اَثْقَال وزن، بوجھ، کششِ ثقل (2) اسباب (3) جرائم۔ (جلد اوّل صفحہ 381 کالم نمبر 3) اور: اَلثِّقَل: بھاری پن۔ کشش ثقل (2) بہرہ پن (صفحہ 382)

اس لغت سے ہم حقیقت کی طرف کافی بڑھ آئے ہیں۔ مگر ابھی ایک آخری لغت یعنی فیروز اللغات مرتبہ مولوی فیروز الدین عربی اور فارسی کی اُردو لغت کے چند حوالے دیکھ لیں:

کششِ ثقل۔ وہ قوت جو اجسام کو بہ ہیئت مجموعی فاصلے سے ایک دوسرے کی طرف کھینچنے

میں اثر کرتی ہے۔

کششِ زمین۔زمین کی وہ کشش جو ہر چیز کو مرکزِ زمین کی طرف مائل کرتی ہے۔

(صفحہ 262)(حصہ دوم)

ثَقَلَیْن۔دوگروہ یعنی جن اور انسان (2) دونوں جہان (3) اہلؑ بیت نبوتؐ۔

(صفحہ 291)(حصہ اوّل)۔

ایک عربی اور انگریزی لغت اَلْفَرَائِدُ الدُّریّہ فِی اللُّغَتَیْنِ اَلْعَرَبِیَّۃِ وَ الْانکلِیزِیّۃِ

(صفحہ 70)

ثِقل Weightiness،Gravitation

ثِقل ج اثقال Weight،Burden،Loan،Gravity،Crime،Importance

(ح) قریشی لغات سے مرتضویؑ حقیقت آخر سامنے آگئی ہے

لغات القرآن کے مرتب کرنے والے کی تحریر میں یہ حقیقت ٹپک گئی کہ:

''وہ چیزیں خفیف یا ہلکی کہلاتی ہیں جو آسمان کے طرف مائل رہتی ہیں جیسے دھواں اور آگ کا شعلہ اور وہ چیزیں ثقیل یعنی بھاری کہلاتی ہیں جو زمین کی طرف مائل رہتی ہیں۔''

باقی لغات سے یہ معلوم ہوگیا کہ:

(1) ''زمین کے مرکز کی طرف کھینچنے والی قوت کو کشش ثقل کہا جاتا ہے۔''

لہٰذا لغات القران کے بیان کا مطلب یہ ہوا کہ کسی چیز کو ہلکا یا بھاری، بوجھل یا وزنی قرار دینے والی چیز کا نام ثقل ہے۔ جس چیز کو ثقل جس قدر زور سے اپنی طرف کھینچتا ہے اُس چیز کا اُسی قدر بھاری یا ہلکا ہونا مانا جاتا ہے اور اُسی قوت کو اُس چیز کا وزن یا بوجھ کہتے ہیں۔ لہٰذا اشیاء کے اپنے مرکز سے وابستہ رکھنے والی قوت کا نام ثقل ہے اور جس قدر وابستگی کی مقدار ہوتی ہے اُس مقدار کو اُس چیز کا وزن یا بوجھ قرار دیا گیا ہے۔ اسی فطری اصول کی جزئی حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے قرآن (رحمٰن 31، 55/39) میں انسانوں اور جنوں کو دو

ثِقل (ثَقلَان) فرمایا ہے اور کُلّی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن وآل محمدؐ کو ثقلین یا ثقلان فرمایا گیا۔ (فیروز الغات حصہ اوّل صفحہ 291)

"اِنِّیْ تَا رِکٌ فِیْکُمُ الثَّقلَیْن کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَ تِیْ اَھْلِبَیْتِیْ.... "

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا کہ:

"میں تمہارے اندر دو ثِقل چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن ہے دوسرا میرے نورانی اجزاؑ اور خانوادہ کے افرادؑ ہیں جو ہرگز ایک دوسرے سے جدا یا مختلف اور متفرق نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ ساتھ ساتھ میرے پاس حوض پر آجائیں اگر تم نے اُن سے تمسک رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔"

(ط) <u>حضرت علیؑ نے ثقل اکبر (قرآن) پر عمل کیا اور ثقل اصغر (حسنینؑ) کی حفاظت کی</u>

(طبرانی نے مسند میں زید بن ثابت سے روایت کیا)

اگر قریش نے علیؑ اور اولادؑ علیؑ کے آئمہ معصومین علیھم السلام سے تمسک و تعلق رکھنا ہوتا تو انہیں آنخضرؐت تمسک کرنے کی تاکید کیوں کرتے؟ وہ تو قومی حیثیت سے علیؑ و خاندؔانِ علیؑ اور قرآن کو دُنیا سے نیست و نابود کرنا طے کر چکے تھے اور اس تہیہ پر عمل کرنے کیلئے ہی تو انہوں نے کربلا میں خاندؔانِ رسوؐل کا قتل عام کیا۔ صدیوں تک علیؑ و اولادؑ علیؑ کے نام لیواؤں تک کو تلوار کے گھاٹ اُتارا اور قرآن کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی ہم لکھتے رہے ہیں اور قرآن ہی کی معنوی تحریف پر یہ عنوان چل رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ قرآن میں لفظ <u>وزن</u> استعمال ہونے کے باوجود وہ لفظ ثقل کے معنی اس لئے وزن اور بوجھ کرتے رہے اور غلط لغات تیار کراتے رہے کہ علیؑ و قرآن کو مٹایا جاسکے مگر آپ نے ہماری محنت و نظر دیکھی کہ اُن ہی لغات میں سے ہم نے حق کو باہر نکال کر رکھ دیا۔ اور اُدھر قریش کی کافرانہ کدّ و کاوش اور فریب سازی کو سامنے لے آئے اور ادھر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ثقل کے حقیقی معنی واضح ہو گئے اور ثابت ہو گیا کہ محمدؐ اور آئمہ معصوؐمین اس کائنات کے مرکز و مرجع اور ثقل ہیں۔ اب خود

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان سنیئے ارشاد ہے کہ:

فَلا تَقُولُوا بِمَا لا تَعرِفُونَ؛فَاِنَ اَکثَرَ الْحَقِ فِیمَا تنکِرُونَ؛ وَ اَعْذِرُوا مَنْ لا حُجَّةَ لَکُمْ عَلَیهِ، وَ اَنَا هُوَ،اَلَمْ اَعْمَلْ فِیکُمْ بِالثَّقَلِ الْاَکبَرِ، وَ اَتْرُکْ فِیکُمْ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ وَ رَکَزْتُ فِیکُمْ رایَةَ الْاِیمَانِ،وَ وَقَفْتُکُمْ عَلی حُدُوْدِ الْحَلالِ وَ الْحَرَامِ ...... الخ

(خطبہ 86 صفحہ 206 فیض الاسلام کا ترجمہ نہج البلاغہ)

''اے قریشی مسلمانوں تم ایسی باتیں منہ سے نہ نکالا کرو جن کا تمہیں تعارف تک حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ حق کا کثیر حصہ اُن ہی چیزوں میں ہے جن کا تم انکار کر کے منکر ہو گئے ہو۔ اُسکے عذرات کو قبول کرو جس پر تمہاری کوئی سی حجت بھی تمام نہ ہوسکی اور اُس نے تم پر ہر حجت تمام کر دی ہے اور وہ شخص میں ہی تو ہوں۔ کیا میں نے تمہارے تمام پیدا کردہ حالات کے دوران بھی بڑے ثقل (قرآن) پر پورا پورا عمل نہیں کیا اور کیا میں نے ثقلِ اصغر (حسنینؑ) کو محفوظ رکھتے ہوئے تم تک نہیں پہنچا دیا؟ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا علم قائم رکھا اور تمہیں حلال وحرام کی حدود سے واقفیت فراہم کی۔''

یہ تھے علیؑ اور قریش، اور یہ تھے مجسم ایمان ویقین اور مجسم کفر وانکار کے دو نمائندے۔

7۔ سورۂ زلزال میں زمین سے مخاطبہ اور مکالمہ کرنے والی ذاتِ پاک نائبِ خداوندی اور مرکزِ ثقلِ کائنات حضرت علی علیہ السلام تھے

سورہ زلزال کے سلسلے میں احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں جو بتاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ انسان ہیں جن سے زمین اپنی سرگزشت بیان کرے گی۔ چنانچہ کتاب الخرائج میں جناب امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب جناب امیرؑ المومنین کے سامنے سورہ زلزال پڑھی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ:

''الانسان'' میں ہوں اور مجھ ہی سے زمین اپنی تمام خبریں بیان کریگی''۔اور؛

علل الشرائع میں تمیم ابن حاتم نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ

بصرہ شہر جا رہے تھے۔ راستے میں زلزلہ آیا تو آپؑ نے زمین پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس پر زلزلہ رک گیا۔ اسکے بعد ہم لوگوں سے فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جو سورہ زلزال میں مذکور ہے تو زمین بھی مجھ سے باتیں کرتی، لیکن یہ وہ زلزلہ نہ تھا۔

کتاب الوحدت میں چھ عدد قریشی راویوں کے سلسلے نے بیان کیا ہے کہ؛

ایک دفعہ مدینہ کے قبرستان میں زلزلہ محسوس ہوا اور جس سے مدینہ بھی ہلنے لگا۔ خلیفہ دوم اور اُنکے مقرب صحابہ نے دعائیں کیں لیکن زلزلہ بڑھتا گیا اور اہل مدینہ گھروں سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو بلایا اور صورتِ حال کی شدت پر اپیل کی۔ حضورؑ نے منتخب بدری صحابہ کو اپنے آگے پیچھے چلنے کا حکم دیا اور قبرستان بقیع کے درمیان پہنچ کر زمین پر پیر مارا اور فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ زمین تھم گئی زلزلہ ختم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے مجھے آج کی خبر بھی دی تھی۔ پھر سورۂ زلزال پڑھ کر فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا تو زمین اپنے تمام دفینے میرے سامنے نکال کر پیش کر دیتی۔'' (خلاصہ روایت کتاب التوحید)

8۔ <u>قریشی سازش اور سازشی تصورات کو نظر انداز کر کے آپ سورہ زلزال کے الفاظ کی حدود میں محدود رہ کر سورہ کا مطلب اور مقصد اپنے طور پر سمجھیں</u>

یہاں سے ہم چاہتے ہیں کہ قارئین، سورۂ زلزال کے الفاظ کیساتھ ساتھ چلیں اور الفاظ سے جو مطلب و مقصد نکلتا ہو اس تک محدود رہیں۔ اور اُن تمام تصورات کو جھٹک دیں جو آج تک قریشی سازش اور پروپیگنڈے نے پھیلائے اور دماغ میں راسخ کئے ہیں۔ اور یہ سمجھ کر ابتدا کریں کہ <u>اس سورہ میں قیامت کا نہ لفظ ہے نہ کوئی ایسا قرینہ ہے جس سے قیامت مراد لینا لازم ہو جائے۔</u> ساتھ ہی نہ کہیں صور پھونکنے کی بات ہوئی ہے جو قیامت کے تذکرہ میں اکثر مذکور ہوتا ہے۔ جس بات سے قیامت کا دھوکہ ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے سورہ زلزال میں اعمال دکھانے اور چھوٹی سے چھوٹی برائی اور بھلائی سامنے لے آنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اُس ذہن کیلئے اللہ کا یہ بیان کافی ہے جو قریشی سازش سے تیار ہوا ہو۔ اسلئے کہ قریشی پالیسی میں

ضروری رہا ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں اعمال کا ذکر ہوا یا جزا وسزا کی بات ہوئی یا لوگوں پر مواخذہ اور باز پرس کا مقصد بیان ہوا انہوں نے فوراً قیامت قیامت کا شور مچا دیا اور ایسی ہر بات کو قیامت میں واقع ہونیوالا کہہ کر عظیم ترین حقائق کو قیامت کے پردہ میں چھپا دیا ہے اور اُن کی یہ ترجمانی اور تفسیر چودہ سو سال سے برابر، مسلسل جاری رہتی چلی آئی ہے اور ماشاءاللہ شیعہ مجتہدین نے بھی ایک ہزار سال سے قریش کی ہاں میں ہاں ملانا، اُنکے قدم بقدم چلنا اور تائید کرنا اختیار کئے رکھا ہے لہٰذا عوام الناس کو اس باطل ترجمانی اور تفسیر کے خلاف کوئی خیال آ ہی نہ سکتا تھا۔ لیکن ہم دکھائیں گے، اور اپنی تفسیر میں دکھا چکے ہیں کہ قریش نے لفظ قیامت اور روزِ آخر اور یوم معلوم اور اَلسَّاعۃ اور یَوْمُ الْفَصْل وغیرہ الفاظ کو قیامت بنا کر فریب دیا ہے۔ اور فریب اسلئے دیا ہے کہ اُن کا اختیار کردہ اسلام، اُنکی بنائی ہوئی قومی حکومت وخلافت اور اُنکی تیار کردہ تاریخ وتفسیر برحق ثابت ہو جائے اور حضرت علیؑ اور آئمہ طاہرینؑ اپنے قرآنی اور اسلامی مقام سے محروم ہو جائیں اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کبھی سامنے نہ آسکیں اور اگر کوئی کوشش کرے تو وہ اُسی طرح مضحکہ اور بے نتیجہ ہو کر رہ جائے جسطرح آج تک نام نہاد شیعہ علما مذاق بنے ہوئے ہیں۔

بہرحال ہم قریشی چالاکیوں کو ذرا دیر بعد واضح کر کے قارئین کو اس دھوکے سے نکالیں گے۔ یہاں تو یہ دیکھ لیں کہ سورۂ زلزال قیامۃ، روزِ آخر، یوم الفصل اور صور وغیرہ کا ذکر کئے بغیر یہ بتا رہی ہے کہ:

''زمین کو ہلایا جائے گا۔ یہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ زمین کو ہلانے والا کون ہوگا؟ بہرحال پھر فرمایا کہ زمین اپنے تمام اثقال خارج کر دے گی۔ اور یقیناً زلزے یا ہلانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ زمین سے اثقال نکال لئے جائیں۔ پھر فرمایا کہ زمین کو حالتِ زلزلہ میں دیکھ کر ایک مخصوص انسان زمین سے دریافت کرے گا کہ اُسے کیا ہو گیا ہے؟ آیت میں الفاظ یہ ہیں کہ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا آیت کا یہ جملہ واضح نہیں کرتا کہ وہ مخصوص انسان براہ راست زمین سے سوال کرے گا یا کسی ایسے مخصوص انسان سے دریافت کرے گا جو زمین کے ہلائے جانے کا

سبب جانتا ہو۔ یا یہ کہ وہ مخصوص انسان اللہ سے دریافت کرے گا؟ اسلئے کہ اگر زمین سے دریافت کرتا تو یہ کہتا کہ ''تجھے کیا ہوگیا ہے؟ یعنی مَا لَکِ؟ کہتا۔ پھر جملہ میں اللہ کا لفظ ہے ہی نہیں کہ ہم اللہ سے سوال سمجھیں۔ اب یا تو یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ مخصوص شخص کسی کو زمین کے ہلنے اور ہلائے جانے کا قصہ سنا رہا ہے کہ ''جب زمین ہلنے لگی یا جب زمین کو زلزلہ آیا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ اُسے کیا ہوگیا ہے؟ ایسے اطلاعی جملے میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''جب زمین ہلنے لگی تو میں نے اُس سے پوچھا کہ ''اُسے کیا ہوگیا ہے'' یعنی سوال مالھا اُسے کیا ہوگیا ہے'' دونوں طرح صحیح ہے۔ قصہ سناتے ہوئے بھی صحیح ہے اور براہِ راست دریافت کرنے میں بھی صحیح ہے جبکہ اطلاع دینا مقصود ہو۔ یعنی اللہ قرآن کے قاریوں کو اطلاع دے رہا ہے کہ جب زمین کو ہلایا جائے گا تا کہ وہ اپنے تمام اثقال خارج کر دے تو زمین کو حرکت میں دیکھ کر ایک مخصوص اور زمین کی حرکات وسکنات پر ذمہ دار بنایا ہوا انسان زمین سے دریافت کرتے ہوئے کہے گا کہ ''اُسے کیا ہوگیا ہے جو حرکت میں آ گئی ہے؟ چنانچہ اُس روز زمین اُس مخصوص شخص کو اپنے حالات وسرگزشت پر مطلع کریگی اور یہ اسلئے کہ اَے محمدؐ زمین کو اللہ نے بذریعہ وحی اُس متعلقہ ومقررہ مخصوص شخص کو اپنے حالات وسرگزشت سنانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اور اُس روز مخصوص لوگ اپنی مختلف حالتوں میں صادر ہوں گے تا کہ وہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھیں اور اُن کے اعمال میں سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی برائی یا بھلائی ایسی نہ رہ جائے جس کا دکھایا جانا دکھائے جانے کے مقصد میں ضروری ہو۔''

قارئین یہاں بھی اور قرآن کی ترجمانی میں ہر جگہ بھی یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ ترجمہ یا تفہیم میں اُسی حد تک جائیں جس حد تک قرآن میں اللہ کے نازل کردہ الفاظ لے جائیں یا جس حد تک الفاظ میں گنجائش ہو۔ یعنی اپنی جانب سے یا کسی مترجم کی جانب سے کوئی اضافہ نہ خود کریں نہ قبول کریں۔ اگر آپ نے اس قاعدے پر عمل کیا تو قریش کا فریب کھل کر حقیقتِ قرآنی سامنے آ کھڑی ہوگی اور آیات میں کہیں گنجلک یا خامی نہ ملے گی۔ چنانچہ اس

سورہ زلزال کو دوبارہ پڑھیں اور ہمارا یا کسی اور کا ترجمہ دیکھیں اور نوٹ کریں کہ یہاں ''تمام انسانوں'' کا صادر ہونا مذکور نہیں ہے۔یعنی یَّصۡدُرُ النَّاسُ جَمِیۡعًا نہیں فرمایا گیا ہے۔اور نہ ہی صادر ہونے والے لوگوں کو اُن کے ''تمام اعمال'' دکھانا مذکور ہے۔یعنی''لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَھُمۡ جَمِیۡعًا'' نہیں فرمایا گیا ہے۔اور نہ مودودی ہی نے اپنے ترجمہ میں تمام انسانوں کا یا پوری نوع انسان کا صادر ہونا لکھا ہے اور نہ اُنہوں نے تمام اعمال کا دکھایا جانا لکھا ہے۔لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ علامہ کا ترجمہ ہماری تائید کرتا ہے۔اور اُس کی رُو سے بھی سورۂ زلزال میں جس دن کی بات ہورہی ہے وہ قیامت کا دن نہیں ہے۔ اس لئے کہ قیامت میں تو پوری نوعِ انسان کا حشر ونشر ساری دنیا میں مسلّمات میں سے ہے لہٰذا علامہ کا اپنی تشریحات اور تفسیر میں سورۂ زلزال میں مذکور دن کو قیامت کا دن قرار دینا باطل اور فریب ہے اور اللہ اور سورۂ زلزال پر خود ساختہ تہمت وافترا ہے اور یہ عین قریشی پالیسی کے مطابق ہے۔بہرحال ہمارے ترجمہ اور بیان سے اور مودودی کے ترجمہ سے یہ ماننا اوّلین اور پہلی بات ہے کہ سورۂ زلزال میں مذکور واقعات قیامت سے پہلے وقوع میں آئیں گے اور اُن کا وقوع میں آنا نہایت ضروری ہے۔

دوسری حقیقت جو سورۂ زلزال میں نوٹ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو اُن کے کچھ اعمال دکھائے جائیں گے۔اور یہ کہ دکھائے جانے والے اعمال میں کچھ بُرے اعمال ہوں گے،اور کچھ بھلے اعمال ہوں گے اور کچھ بہت ہی چھوٹے اعمال ہوں گے۔اور ضروری ہے کہ یوں اعمال دکھائے جانے کا کوئی معقول و مفید مقصد بھی ہونا چاہیئے۔جس کیلئے ہم فی الحال یہ کہہ کر آگے بڑھتے ہیں کہ بظاہر سورہ میں وہ مقصد مذکور نہیں ہے۔یا یہ کہ ابھی قارئین کے دماغ میں قریش کی اُڑائی دُھول اور گرد وغبار باقی ہے۔اُس کے صاف ہوتے ہی اُنہیں وہ مقصد اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا۔لہٰذا پہلے ہم پر لازم ہے کہ آپ کے ذہنوں سے وہ گرد وغبار دُور کریں۔

9۔ اللہ نے قرآن کریم میں اپنے بیانات ومقاصد بڑے واضح الفاظ وانداز میں پیش فرمائے ہیں مگر صاحبانِ قرآن کو الگ کرنے سے قرآن ناکارہ ہوگیا

قرآن کریم سے قیامت اور جزاوسزا اور حساب کی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں سمجھنے کے لئے چند بنیادی مسلّمات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ جن میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر ہم نے ابھی ابھی کیا تھا۔ یعنی یہ کہ جسے قیامت کہتے ہیں وہ پوری نوع انسان سے بازپُرس کا دِن یا دَور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

(الف) قیامت چند انسانوں کی قیامت نہیں بلکہ از آدمؑ تا خاتمؑ انسانوں کی قیامت ہے

يَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا...... ۔الخ (سورۂ انعام 6/128)

مودودی ترجمہ: ''جس روز اللہ ان سب لوگوں کو گھیر کر جمع کرے گا، اُس روز وہ جنوں سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ ''اے گروہِ جن، تم نے تو نوعِ انسانی پر خوب ہاتھ صاف کیا۔'' انسانوں میں سے جو اُن کے رفیق تھے وہ عرض کریں گے، پروردگار، ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے، اور اب ہم اُس وقت پر آپہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔''

(آیت 6/128 تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 580)

اُن کے جواب میں مسلسل اسی آیت (6/128) میں اللہ نے فرمایا کہ:

قَالَ النَّارُ مَثۡوٰكُمۡ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌo(6/128)

مودودی ترجمہ: ''اللہ فرمائے گا ''اچھا اب آگ تمہارا ٹھکانا ہے، اِس میں تم ہمیشہ رہو گے۔'' اُس سے بچیں گے صرف وہی جنہیں اللہ بچانا چاہے گا، بیشک تمہارا رب دانا اور علیم ہے۔''

یہاں اور آنے والے تمام قرآنی بیانات میں قارئین نے یہ نوٹ کرنا ہے کہ علامہ مودودی کے ترجموں کی رُو سے بھی قیامت ساری نوع انسان سے بازپُرس کا دن ہے نہ کہ چند لوگوں

سے اور یہ کہ قیامت میں لوگوں کا حشر ہوگا یعنی انہیں گھیر کر لایا جائے گا نہ کہ وہ خود بخود صادر ہوں گے اور صادر بھی مختلف حالات واحوال میں ہوں گے۔ (الزلزال 99/6)

دوسرا بیان: وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا...... الخ (سورہ سبا)

مودودی: اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا "کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟" (34/40 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 208)

یہاں بھی لفظ جمیعًا فرما کر پوری نوع انسان کا محشور ہونا بتایا گیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم آیت کا ضروری حصہ مگر مودودی کا ضروری ترجمہ ضرور لکھتے جائینگے تا کہ قارئین قیامت کی ہمہ گیری اور مودودی اور قریشی فریب کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اور جب مودودی یا کوئی اور شخص قیامت کو محدود کرے یا کسی محدود حالت کو قیامت قرار دے تو آسانی سے پکڑا جا سکے۔ جیسا کہ سورۂ زلزال کے متعلق بیان ہوا کہ نہ وہاں لفظِ قیامت ہے نہ صور پھونکنے کی بات ہے نہ کہیں حشر کا لفظ آیا نہ جہنم و جنت مذکور ہوئے مگر قریشی محاذ نے سورۂ زلزال کو قیامت بنا دیا اور ساری دنیا سے منوالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو جہاں قیامت کی بات کرتا ہے وہاں تفصیل اگر نہ بھی ہو تو کوئی نہ کوئی ایسا کلیدی لفظ فرما دیتا ہے جس سے قیامت واضح ہو جائے بہر حال سنتے چلیں یہاں تک کہ تھک جائیں اور قرآنی تفصیلات پر یقین ہو جائے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

تیسرا بیان: وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ...... (انعام 6/22)

مودودی ترجمہ: "جس روز ہم اُن سب کو اکٹھا کرینگے اور مشرکوں سے پوچھیں گے کہ اب وہ تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریک کہاں ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 530)

پھر معلوم ہوا کہ حشر ونشر کا دن ہی قیامت کا دن ہوگا جس دن لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا نہ کہ وہ خود صادر ہوں گے۔ اور لفظ جَمِیۡعًا کلیدی لفظ ہے۔

چوتھا بیان: وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ نَقُوۡل......الخ (یونس 10/28، تفہیم القرآن

جلد 2 صفحہ 281)

مودودی: ''جس روز ہم اُن سب کو ایک ساتھ (اپنی عدالت میں) اکٹھا کرینگے، پھر اُن لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا ہے کہیں گے کہ ٹھیر جاؤ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شریک بھی، پھر ہم اُنکے درمیان سے اجنبیّت کا پردہ ہٹا دیں گے۔''

اللہ کا پانچواں بیان

یَّوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ وَ نَحۡشُرُ لۡمُجۡرِمِیۡنَ یَوۡمَئِذٍ زُرۡقًا o (طٰہٰ 20/102)

مودودی کا ترجمہ: ''اور قیامت کے دن اُن کیلئے (اس جرم کی ذمہ داری کا بوجھ) بڑا تکلیف دہ بوجھ ہوگا، اُس دن جبکہ صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس حال میں گھیر لائیں گے کہ اُن کی آنکھیں (دہشت کے مارے) پتھرائی ہوئی ہوں گی۔''
(طٰہٰ 20/101-102 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 122)

چھٹا بیان: وَ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّامَنۡ شَآءَ اللّٰہُ وَ کُلٌّ اَتَوۡہُ دٰخِرِیۡنَ o

مودودی کا ترجمہ: ''اور کیا گزرے گی اُس روز جب کہ صور پھونکا جائیگا اور ہَول کھا جائینگے وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ اُس ہَول سے بچانا چاہے گا۔ اور سب کان دبائے اُس کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔''
(نمل 27/87 تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 606)

قارئین اللہ کے ان بیانات اور مودودی کے ترجموں سے تھکنے کے بجائے اس تصور و یقین کو مستحکم کرتے جائیں کہ قیامت ہمہ گیر باز پرس کا نام ہے۔ تا کہ کسی محدود و مشروط باز پرس کو قیامت کہہ کر تمہیں دھوکا نہ دیا جاسکے۔

ساتواں بیان

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمۡ فَمَنۡ ......الخ (بنیؔ اسر آء یل 17/71)

مودودی ترجمہ: ''پھر خیال کرو اُس دن کا جب کہ ہم ہر انسانی گروہ کو اُس کے پیشوا (امام) کے ساتھ بلائیں گے اُس وقت جن لوگوں کو اُن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنا کارنامہ پڑھیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 631 وصفحہ 632)

یہ تصور بھی ذہن میں راسخ ہو جانا چاہیئے کہ قیامت میں اعمالنامہ کے بغیر باز پُرس نہ ہوگی۔

آٹھواں بیان: يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَo۔۔۔(الْمُطَفِّفِيْنَ 83/5-6)

مودودی کا بیان: ''ایک بڑے دن یہ اُٹھا کر لائے جانیوالے ہیں۔ اُس دن جب کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 280)

یہاں نوٹ کریں کہ آیات میں لفظ کُل ہے نہ جَمِيْعًا ہے مگر مودودی نے یہاں خود ہی ''سب لوگ'' لکھ دیا ہے۔ تاکہ لوگوں کو عادت رہے اور الفاظ کُل اور جَمِيْعًا کی پرواہ دماغ سے جاتی رہے۔ اور مولانا لوگ جو چاہیں لکھتے رہیں۔ اور تفہیم القرآن سے اگر ہم ایسی مثالیں لکھیں تو سو صفحات کالے ہو جائیں۔ اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ سینکڑوں آیات ایسی ہیں جہاں الفاظ موجود ہیں اور مودودی نے ترجمہ غائب کر دیا اور سینکڑوں جگہیں ایسی ہیں جہاں آیات میں الفاظ موجود نہیں مگر مودودی نے ترجموں میں اپنی جیبِ خاص سے اُردو کے الفاظ بڑھا کر لکھ دیئے ہیں۔

نواں بیان: هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَo(الْمُرْسَلٰت 77/38)

مودودی: ''یہ فیصلے کا دن ہے ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 215)

نوٹ کریں کہ یوم الفصل بھی قیامت ہی کو کہا گیا ہے۔

دسواں بیان

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا o يَّوْ مَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْ تُوْنَ اَفْوَاجًاo(النّبا 18-78/17)

مودودی ترجمہ: ''بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے جس روز صور میں پھونک ماردی

جائے گی، تم فوج درفوج نکل آؤ گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 228)

قارئین اللہ کے ہر بیان میں قیامت واقع ہونے پر کھلا اور واضح نقشہ دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ ہر جگہ یہ فیصلہ سامنے آرہا ہے کہ قیامت میں ساری نوع انسان حاضر ہوگی اور یہ کہ تمام لوگوں کو گھیر کر یعنی جبراً لایا جائیگا اور یہ کہ قیامت کا دن اور وقت مقرر ہے۔ لہٰذا قارئین نوٹ کرلیں کہ جہاں مودودی یا قریشی بیان قرآن کی ان حقیقتوں کی موجودگی کے بغیر واقعات کو قیامت کے واقعات قرار دے تو وہ فریب ہوگا۔

<u>اللہ کا گیارھواں بیان</u>

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ٥ (القارعة 101/4)

<u>مودودی</u>: ''وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔'' (4 تا 101/7 تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 435)

نوٹ کریں کہ لوگوں کا پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہونے کے ہرگز وہ معنی نہیں ہوسکتے جو سورۂ زلزال میں ''متفرق احوال میں صادر ہونگے'' کے ہوتے ہیں۔ پھر سورۂ زلزال میں اعمال کا تولا جانا اور ترازو کے پلڑوں کا ہلکا اور بھاری ہونا بھی مذکور نہیں ہے۔ نہ صور کے پھونکے جانے کی بات ہوئی ہے۔ اس سب کے باوجود مودودی نے اس سورہ کو اُن حوالوں میں لکھ دیا ہے جن سے وہ قیامت میں تمام نوع انسان کی حاضری ثابت کرتے ہیں سنیئے:

''اُس دن نوع انسان کی اگلی پچھلی تمام نسلیں جمع کردی جائینگی۔ 215-240-280-<u>423</u>''
(چھٹی جلد کی فہرست صفحہ 637)

یہ صفحہ 423 کا حوالہ سورہ زلزال ہی کے لئے دیا ہے۔ یعنی علامہ اپنے قارئین کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ سورہ زلزال میں بھی ''نوعِ انسان کی اگلی پچھلی تمام نسلوں کو باز پُرس کیلیئے حاضر کرنے کی بات ہے۔'' اِس سے کھلا فریب اور کیا ہوسکتا ہے؟

قرآن کا بارھواں بیان: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِo وَجَآءَ تْ کُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِیْدٌ o (سورۃ قٓ 21-50/20)

مودودی کا اقرار: ''اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اِس حال میں آ گیا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا ہے۔'' (سورہ قٓ 21-50/20 تفہیم جلد 5 صفحہ 118-117)

قارئین آئندہ قیامت کے تصور میں، صور پھونکے جانے، اور تمام انسانی نسلوں کے حاضر ہونے کے ساتھ ساتھ اتنا اور اضافہ کر لیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک انسانوں کی جو لا تعداد کثرت ہوگی اُس سے دوگنا تعداد اُن کے ساتھ ہانکنے والوں اور گواہی دینے والوں کی ہوگی۔ یعنی قیامت کا لفظ سنتے ہی سننے والوں کے ذہن میں ایک ایسا انبوہ اور اژدھام بھر جانا چاہیئے کہ جو دماغ و عقل میں کسی اور چیز کے سمانے کی جگہ نہ چھوڑے مگر ''یَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا'' سُن کر تو ذہن بالکل خالی رہتا ہے۔ ایک ایک آدمی کا خود بخود، مختلف و منتشر حالت میں نکل نکل کر آنا تو دوسرے آدمی کی آمد و صدور تک آنکھوں اور دماغ کو منتظر و خالی رکھتا ہے۔ حالانکہ قیامت میں تو انسان کیڑوں، ٹڈیوں اور پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جو نہ صرف زمین پر بلکہ دماغ پر بھی چھا جائیں گے جیسا کہ:

تیرھواں بیان: جس میں اللہ اور صور کے علاوہ کوئی اور مخصوصؑ دعویدار تمام نوع انسان کو ناپسندیدہ صورت حال پر بلائے گا اور وہ سہمے ہوئے اُس کے حضورؑ حاضر ہوں گے

(الف) اس قرآنی بیان میں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت کو قائم کرنے والا یعنی قائمِ قیامت علیہ السلام تمام نوع انسان کو حاضری کا حکم دے گا اور اُس کے اعلان پر تمام انسان خوفزدہ حالت میں اُس کے سامنے حاضر ہوں گے، سنیئے اور نوٹ کیجیئے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیْءٍ نُّکُرٍo خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ o مُّهْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ یَقُوْلُ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ o(6 تا 54/8)

مودودی کا اقبالی ترجمہ: ''پس اَے نبیؐ اُن سے رُخ پھیر لو'' جس روز پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

(ب) اِن آیات (6 تا 54/8) پر مودودی کی تصدیق کے ساتھ ہماری تشریح کہ اللہ نے اپنی طرف رجوع کرنے سے ہر جگہ اپنے آخری نائب کی طرف رجوع فرمایا ہے

قارئین نے مودودی کے ترجمہ میں یہ دیکھ لیا کہ مودودی نے لفظِ ''اَلدَّاع'' کا نہ ترجمہ تبدیل کیا اور نہ اُس ''پکارنے والے'' کو اللہ قرار دیا۔ یعنی یہ مان لیا کہ وہ ''پکارنے والا'' اللہ کے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا۔ اور یہ بھی مان لیا کہ اُس ''پکارنے والے'' کے بلانے میں اتنی طاقت وقدرت ہوگی کہ ساری نوع انسان قبروں سے نکل نکل کر خوف زدہ اور سہمی ہوئی حالت میں دوڑتی ہوئی اُس پکارنے والے کے حضور میں حاضر ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ مان کر مودودی نے اپنی تشریح میں یہ بھی مان لیا ہے کہ اس آیت (54/6) میں اور باقی آیات (54/7-8) میں اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو مخاطب کرایا ہے، سنیئے:

علامہ کی تشریح میں قریش مخاطب ہیں

''5۔ بالفاظ دیگر انہیں اِن کے حال پر چھوڑ دو جب اِنہیں زیادہ سے زیادہ معقول طریقے سے سمجھایا جا چکا ہے، اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بھی بتا دیا گیا ہے کہ انکارِ آخرت کے نتائج کیا ہیں اور رسولوں کی بات نہ ماننے کا کیا عبرت ناک انجام دوسری قومیں دیکھ چکی ہیں، پھر بھی یہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے، تو انہیں اِسی حماقت میں پڑا رہنے دو۔ اب یہ اُسی وقت مانیں گے جب مرنے کے بعد قبروں سے نکل کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ وہ قیامت واقعی برپا ہوگئی جس سے قبل از

وقت خبردار کر کے راہِ راست اختیار کر لینے کا مشورہ انہیں دیا جا رہا تھا۔“

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

علامہ کی اس تشریح سے واضح اور ثابت ہو گیا کہ مندرجہ بالا آیات کے مخاطب قریش تھے۔اور قریش سے کہا گیا ہے کہ ”تمہیں بھی باقی نوعِ انسان کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص پکارنے والے کے رُو برو خوفزدگی اور سہمی ہوئی حالت میں اور پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ (پانچواں بیان) اور کان دبائے (چھٹا بیان) اُس پکارنے والی ہستی کے حضورؐ حاضر ہونا پڑیگا۔لہٰذا ان آیات (6 تا 54/8) میں اور مودودی کے ترجمہ اور تشریح میں سوال یہ ہوتا ہے کہ جب وہ پکارنےؐ والا شخص اللہ نہیں تو اور کون ہے؟ وہ کون ہے جس کی آواز پر تمام اوّلین و آخرین قبروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اُسکے حضور میں آ جائیں گے؟ وہ کون ہے جس کے حکم سے زمین لاکھوں سال کے گڑے ہوئے مردوں کو نکل جانے میں مدد دے گی؟ وہ کون ہے جسکی آواز سے گلے سڑے جسم اور ہڈیاں از سرِ نو وہ سائز، صورت اور قوٰی بن جائیں گے؟ وہ کون ہے جسکے اشارے پر عالم ارواح میں رہتی بستی ہوئی روحیں اپنے اپنے جسم کو پہچان کر داخل ہو جائیں گی اور حساب و مواخذہ کیلئے تیار ہو کر مع جسم آ موجود ہوں گی؟

ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ ہستی آخری سربراہِ کائنات ہیں اور اُس کا نام محمدؐ ہے، وہی قائمِ قیامت اور امام عصر والزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں وہی نوع انسان پر اسلام کی اور اللہ وقرآن کی موعودہ نعمتیں مکمل کریں گے۔وہی اس دنیا سے ابلیس و ملک الموت کو رخصت کرینگے اور انسانوں کو اپنے دور میں قبل قیامت ہی زندگی جاوید عطا کریں گے۔اُن ہی کے تیار کردہ لاکھوں افراد ہوں گے جو قیامت کے صور سے نہ خوفزدہ ہونگے نہ مریں گے (نمل 27/87 وغیرہ)۔وہی اللہ کے آخری اعلان یعنی قیامت کو قائم کرنیوالے ہیں۔وہ اللہ کی طرف سے مواخذہ اور جزا و سزا کے ذمہ دار ہیں۔وہی خود تمام نوع انسان سے باز پرس کا انتظام فرمائیں گے۔اس حقیقت کو اگر ہم احادیثِ معصومینؑ سے دکھانا

شروع کر دیں تو کم از کم سو (100) صفحات کا اضافہ ہو جائے گا۔اور طول سے بچتے بچتے بھی صرف اٹھائیس خطبوں کی شرح میں تین ہزار صفحات کے آس پاس پہنچ چکے ہیں۔حدیثوں کو اختیار کیا ہوتا تو یہاں تک پانچ ہزار صفحات ہو چکتے۔پھر احادیث میں تو فریقین کھلا اختلاف کرتے ہیں خود سُنی علما سنی ریکارڈ (بخاری و مسلم وغیرہ) کی احادیث کا انکار کر دیتے ہیں۔اور ہم انہیں اس طرح گھیرنا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن کا انکار کریں تا کہ عوام کے نزدیک بھی جہنمی ثابت ہو جائیں ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ اللہ نے ایک پکارنے والے کا ذکر کیا ہے۔اور اُسکی پکار کا نتیجہ اور عظمتِ شان بیان کی ہے اور یقیناً وہ پکارنے والا اللہ نہیں ہے۔ کوئی اور ہے یا وھابی زبان میں یہ کہیئے کہ کوئی غیر اللہ ہے، سوال یہ ہے کہ کون غیر اللہ ہے جو قیامت برپا کر کے رکھ دے گا؟ اور ساری نوع انسان اُس کے حضور دوڑتی ہوئی حاضر ہو جائے گی؟ یہاں دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؑ نرغہ میں ہیں یا تو وہ یہ کہیں اور قرآن کی آیات سے ثابت کریں کہ وہ غیر اللہ نہیں خود اللہ ہے یا کسی غیر اللہ کا نام لے کر بتائیں اور ثبوت دیں یا قرآن کی بات کا انکار کریں اور اسلام سے خارج و جہنمی ہو جائیں، پھر

(ج) اللہ نے اُسی پکارنے والے (اَلدَّاع) کو منادی کرنے والا (المناد) بھی فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی آواز ساری مخلوقات تک قریب سے پہنچے گی۔اللہ نے تو اُس پکارنے والے کا تعارف اور اُس کی جلالتِ قدر اِن الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

چودھواں بیان

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ o وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ o وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ o یَّوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ o اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ اِلَیْنَا الْمَصِیْرُ o یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ، ذٰلِکَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ o نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِo (قٓ 39 تا 45 /50)

مودودی ترجمہ بھی تائید کرتا ہے

''پس اے نبیؐ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُن پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُسکی تسبیح کرتے رہو، طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے، اور رات کے وقت پھر اُس کی تسبیح کرو۔ اور سجدہ ریزیوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی۔ اور سنو، جس دن ''منادی کرنے والا'' (ہر شخص کے) قریب ہی سے پکارے گا، جس دن سب لوگ آوازۂ حشر کو ٹھیک ٹھیک سُن رہے ہوں گے، وہ زمین سے مُردوں کے نکلنے کا دن ہوگا۔ ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی اُس دن سب کو پلٹنا ہے جب زمین پھٹے گی اور لوگ اُس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہمارے لئے بہت آسان ہے۔ اے نبیؐ جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ اور تمہارا کام اُن سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اِس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہ سے ڈرے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 125 تا 128)

مودودی کی تشریح سن لیں تو ہم اپنی بات کہیں

علامہ مودودی اَلْمُنَادِ اور منادی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

''52؎ یعنی جو شخص جہاں مرا پڑا ہوگا، یا جہاں بھی دنیا میں اُس کی موت واقع ہوئی تھی، وہیں خدا کے منادی کی آواز اُس کو پہنچے گی کہ اُٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف اپنا حساب دینے کیلئے۔ یہ آواز کچھ اِس طرح کی ہوگی کہ روئے زمین کے چپے چپے پر جو شخص بھی زندہ ہو کر اُٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اس کو پکارا ہے۔ ایک ہی وقت میں پورے کرۂ ارض پر ہر جگہ یہ آواز یکساں سنائی دے گی۔ اس سے بھی کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ عالمِ آخرت میں زمان و مکان

کے اعتبارات ہماری موجودہ دُنیا کی بہ نسبت کس قدر بدلے ہوئے ہوں گے اور کیسی قوتیں کس طرح کے قوانین کے مطابق وہاں کارفرما ہوں گی۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127)

(د) المنادؑ ہی الداعؑ ہے اور اُس کی پکار ہی عالمگیر اور زندگی و موت پر قادر ہے۔ وہ صاحبؑ الزمان وقت و مکان پر حاوی اور حاشر و محاسب ہے

وہ قریشی عالم یا قریش کا نمائندہ ہو ہی نہیں سکتا جو قرآن یا تفسیر قرآن میں گڑبڑ کئے بغیر گزر جائے۔ ہم علامہ کے ہاتھ کی صفائی اور گڑبڑ کو فی الحال نظر انداز کر کے اُنکی تسلیم کردہ حقیقتوں سے اپنے سابقہ عنوان کی تائید و تصدیق و تشریح پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیات (39 تا 50/45) کے الفاظ اور مودودی کے ترجمہ اور تشریح میں پہلی بات یہ دیکھیں کہ ان آیات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ راست اللہ کے مخاطب ہیں اور بات قریش کی ہو رہی ہے اور بات بھی ایسی ہے جو حضورؐ کو برافروختہ اور غضبناک کرنیوالی ہے۔ اُس بات پر صبر و سکون سے رہنے اور پسندیدہ لوگوں سے وہ تذکرہ جاری رکھنے کا حکم ملا ہے جس سے قریش علیحدہ رہنا چاہتے ہیں۔ اور یہ فرما کر قریش کی بات ختم کردی ہے کہ اُن پر زبردستی اُس تذکرے کو ٹھونسنا مقصود و مطلوب ہے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ دیکھیں کہ مودودی کے نزدیک بھی وہ منادی کرنیوالا خدا نہیں ہے بلکہ بقول مودودی ''خدا کا منادی'' ہے یعنی ''غیرِ خدا'' ہے۔ تیسری بات میں بہت سی باتیں اور حقیقتیں ہیں۔ یعنی اُس المنادؑ کی آواز روئے زمین کے چپے چپے میں اسطرح پہنچے گی جیسے کہ وہ المنادؑ ہر جگہ ہر چپے پر موجود ہو اور یہ کہ اُس المنادؑ کو زمان و مکان پر قابو و تسلط حاصل ہے وہ ہر جگہ اور بیک وقت موجود ہو سکتا ہے اور ہوگا۔ اور دُنیا کے یہ موجودہ قوانین اُسکی راہ میں حارج نہیں ہو سکتے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اِن آیات میں یا مودودی کے ترجمہ میں کہیں یہ بات نہیں کہی ہے کہ المنادؑ کی آواز میں لوگوں سے کہا جائیگا کہ وہ اپنے رب کیطرف اپنا حساب دینے کیلئے چلیں۔ مگر علامہ کو

خطرہ محسوس ہوا کہ اِن آیات میں اللہ سے یہ بات رہ گئی کہ ساری نوع انسان کو اپنے رب کی طرف جانا اور حساب دینا ہے۔ اسلیئے ترجمہ میں نہ سہی علامہ نے تشریح میں اللہ کی اصلاح کر دی، حالانکہ یہ اصلاح اور یہ عقیدہ کہ نوع انسان اللہ کیطرف حساب دینے جائیگی تین طرح باطل ہے اوّل اسلیئے کہ اِن آیات (39 تا 50/45) میں یہ فرمایا ہی نہیں گیا کہ منادی لوگوں کو اللہ کیطرف بھیجے گا۔ دوسرے اسلیئے باطل ہے کہ اللہ کسی ایک طرف، سمت یا جگہ میں ہے ہی نہیں وہ تو ہر جگہ اور ہر طرف ہے۔ لہٰذا اللہ کیطرف جانے سے نوع انسان کو ذرّات میں تقسیم کر کے ہر ذرہ کو ہر جگہ اور ہر طرف پہنچانا لازم آتا ہے اور اسطرح کوئی ایک انسان پورا پورا جسم و رُوح سمیت کہیں بھی نہ ہو گا۔ لہٰذا نہ حساب ہو گا نہ بات چیت ممکن ہو گی۔ تیسرے اسلیئے باطل ہے کہ سابقہ عنوان (الف) میں یعنی اللہ کے بیان نمبر 13 میں نہایت سادہ، عام فہم اور واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ: مُھْطِعِیْنَ اِلَی الدَّاعِ (القمر 54/8)

<u>مودودی کا ترجمہ</u>

''پکارنے والے کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 232)

لہٰذا معلوم ہوا کہ مودودی نے اللہ کی باطل اصلاح کی ہے۔ مگر ہم اُن کی تحریر سے یہ بات مانے لیتے ہیں کہ اَلدَّاعؑ اور المُنادؑ ہی ساری نوع انسان کے ربؑ ہیں اور اُن کے حضور حاضری اور اُن کا محاسبہ کر کے آخری فیصلہ کرنا اور نوع انسان کو اُن کے اعمال و عقائد کے مطابق جنت اور جہنم میں دائمی طور پر بھیجنا دراصل اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ کا خود حساب لینا اور آخری فیصلہ کرنا کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ حقیقی اور ازلی اور تخلیقی حیثیت میں بنائے جانے والے نائبانؑ و مظاہرِ خداوندی کا ہر کام اللہ ہی کا اپنا کام ہوتا ہے۔

<u>(ہ) محمدؐ مع اپنے اجزائے نُورانی یعنی چہاردہ معصومینؑ جمع کے صیغے میں اللہ کے ساتھ مذکور ہیں</u>

اور اسی کو ثابت کرنے کیلیئے قرآن میں بار بار عموماً اور اِن آیات (39 تا 50/45) میں خصوصاً سات مرتبہ اللہ نے واحد و اَحد و یکتا و یگانہ ہوتے ہوئے جمع کا صیغہ فرمایا ہے یعنی:

(1) اِنَّا (2) نَحنُ (3) نُحيِ (4) نُمِيتُ (5) اِلَيْنَا الْمَصِيرُ (6) عَلَيْنَا يَسِيرٌ (7) نَحنُ اَعْلَمُ۔

اِن سات میں سے پانچواں جملہ ''ہماری ہی طرف پلٹنا ہے'' کو اَلدَّاعِ کی طرف پلٹنا مودودی نے یہ ترجمہ کرکے مان لیا ہے کہ ''پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہوں گے '' (54/8)۔ معلوم ہوا کہ اللہ اور مودودی کے نزدیک وہ پکارنےؑ والا شخص اِلَيْنَا ''ہماری طرف'' میں کا ایک فرد ہے۔ پھر چھٹا جملہ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ''ہم پر آسان ہے'' میں بھی اَلدَّاع اور اَلْمُنَاد داخل ہے اس لئے اُس کی پکار کی قوت سے سب لوگ دوڑیں گے اور پکار دُور ہوتے ہوئے بھی قریب ہی سے روئے زمین کے چپے چپے پر سنی جائے گی اور اللہ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اُس پکارنے والے یا منادی کرنے والے کو پکارنے اور ساری نوع انسان کو حاضر کرنے میں کوئی محنت یا دقت پیش آئے گی لہٰذا وہ اُس ''ہم'' کے مجموعہ کا ایک فرد ہے جس پر ساری نوع انسان کو اکٹھا کرکے گھیر لانا آسان ہے۔ یہی نہیں ساری دنیا کے تمام انسان اُسیؑ کی آواز کی تاثیر سے زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے اور دوڑیں گے لہٰذا وہ ذاتؑ پاک اس مجموعہ میں کا ایک شخص ہے جو جملہ اِنَّا. نَحنُ. نُحيِ. نُمِيتُ میں زندگی اور موت پر قادر ہے۔ اُس مجموعہ ''نَحنُ'' میں اللہ اور اُس کی وہ تمام قوتیں شامل ہیں جو تخلیقِ کائنات و نظمِ کائنات اور ربوبیت کائنات کرتی ہیں۔ اور اُن قوتوں کے بنیادی مظاہر ہیں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور گیارہ آئمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم، اور قائمِ قیامت صلوٰۃ اللہ علیہ میں وہ قوتیں جمع اور مرکوز ہیں۔ (اَللّٰهُمَّ صَلی علٰی محمدؐ و آل محمدؐ)

(و) قرآن سے صاحبانِ قرآن اور شریکِؑ قرآن کا مقام جسے قریش نے چھپایا اور شیعہ علما نے مدد کی

یہ ہے قرآن کے الفاظ میں محمدؐ و علیؑ اور اُن کے خانوادہ صلوٰۃ اللہ علیہم کا مقام جسے نہج البلاغہ میں بھی بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اور جسے چھپانے کے لئے قریش نے اپنی

حکومتوں کا سارا زور خرچ کیا۔اور شیعہ علما نے کبھی قرآن کو اس طرح پیش ہی نہ کیا کہ قریشی فریب کھل سکتا۔اسی لئے ہم شیعہ علما کو قریش کا طرفدار اور پیرو کہتے ہیں۔

قارئین ہم قرآن سے قیامت کے تشخص اور شناخت کیلئے اللہ کے بیانات اور آیات کا ڈھیر اس لئے لگا رہے ہیں کہ آپ کو قریشی سازش اور فریب سے باہر نکال کر حقیقت سے رُوشناس کریں۔مگر اس ہنگامۂ آیات میں آپ یہ نہ بھول جائیں کہ ہم حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس جملے کی وضاحت میں یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جس میں حضورؑ نے آنے والے ''کل'' کی تیاری کی نصیحت فرمائی ہے اور دُنیا اور آخرت کی آمد و رخصت کا ذکر کیا ہے۔اور مقامِ ربانی سے خطبے کے اوّلین پانچ جملے ارشاد فرمائے ہیں۔

اللہ کا پندرھواں بیان قیامت کا نظارہ اور قیامت کا ضروری سامان

چنانچہ قیامت کس عظیم الشان صورت حال کو کہنا چاہیئے اس پر قرآن سنیئے اور اُس سے کم پر کسی واقعہ کو قیامت تسلیم نہ کیجیئے ،ارشاد ہے کہ:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ٥ وَ نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ٥ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِاىْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ٥ (زمر 67 تا 39/70)

مودودی ترجمہ برداشت کیجیئے: ''اِن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اُسکی قدر کرنے کا حق ہے۔(اسکی قدرت کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ) قیامت کے روز پوری زمین اُسکی مُٹھی میں ہوگی اور آسمان اُسکے دست راست میں لپٹے ہوئے ہونگے۔پاک اور بالاتر ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔اور اُس روز صور پھونکا جائیگا اور وہ سب مر کر گر

جائینگے۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اُنکے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائیگا اور یکا یک سب کے سب اُٹھکر دیکھنے لگیں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ کتابِ اعمال لاکر رکھدی جائیگی۔ انبیاءؑ اور تمام گواہ حاضر کر دئے جائینگے، لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اُس نے عمل کیا تھا اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اُسکو خوب جانتا ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 383-382)

(الف) مودودی کا قیامت کے بیان میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے رہنا

علامہ مودودی نے قرآن کے بیان نمبر چودہ (14) میں ترجمہ تقریباً صحیح کیا تھا۔ اس لئے کہ وہاں اضافہ اور فریب کی گنجائش نہ تھی مگر اپنی تشریح میں اپنی طرف سے المناد صلوٰۃ اللہ علیہ کی آواز میں یہ جملہ لکھ دیا کہ: ''اُٹھو اور چلو اپنے رب کی طرف حساب دینے کیلئے۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127 حاشیہ 52)

حالانکہ قرآن (50/41) میں اور مودودی کے ترجمہ میں نہ یہ جملہ ہے اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ المناد کیا کہے گا؟ یعنی قرآن اور اللہ کے سر ایک باطل تصور لگا دیا تاکہ لوگوں کا الدّاعِ یا المناد کے حضور میں حاضر ہونا چھپا دیا جائے۔

دوسرا اضافہ اُسی تشریح میں یہ کیا کہ؛

''جو شخص بھی زندہ ہو کر اُٹھے گا وہ محسوس کرے گا کہ پکارنے والے نے کہیں قریب ہی سے اُس کو پکارا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 127 حاشیہ 52)

اس اضافہ سے علامہ مودودی نے یہ دھوکا دیا ہے کہ لوگ منادی کی آواز سے زندہ نہ ہوں گے بلکہ آواز دینے سے پہلے ہی زندہ موجود ہوں گے۔ اور آواز سنیں گے۔ تاکہ الدّاعؑ اور المنادؑ کی عظمتِ شان چھپ جائے۔ حالانکہ نہ یہ تصور آیات (39 تا 50/45) میں ہے اور نہ مودودی کے ترجمہ میں ہے۔ معلوم و ثابت ہوا کہ قریشی علما برابر عوام کو دھوکے دیتے اور

قیامت کے حالات میں ردو بدل اور کمی وزیادتی کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ تو سابقہ بیانات میں کیا گیا ہے اب قارئین اس تازہ بیان نمبر 15 کی آیت (39/69) میں صرف الفاظ ''وُضِعَ الْكِتٰبُ'' آئے ہیں۔یعنی ''مخصوص ومکمل کتاب قائم کی جائے گی۔'' مگر مودودی نے اپنی جیبِ خاص سے اُس'' اَلْكِتٰب'' کو اپنے ترجمہ میں کتابِ اعمال بنا کر گویا اللہ کو اور عوام کو یہ بتایا کہ اِن آیات (67 تا 39/70) میں اعمالناموں کی خامی رہ گئی ہے لہٰذا'' الکتب '' کا مطلب اعمالنامے ہے۔ یہ مودودی اینڈ قریشی علما کا طریقہ جس سے وہ قیامت کے واقعات میں ردو بدل، کمی وزیادتی کر کے تصورات کو اپنی پالیسی پر ڈھالتے رہے ہیں۔

<u>(ب) زمین اللہ کے نور سے نہیں بلکہ قائم قیامت کے نور سے دمکنے لگے گی جو اُس وقت زمین کے رب ہیں</u>

قارئین آیت (39/69) میں اِس جملے پر غور فرمائیں کہ'' وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا'' زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی۔ اگر ہم بھی مودودی اینڈ کمپنی کی طرح یہاں اللہ کا نور سمجھ لیں تو ہمیں یہ بھی کہنا ہوگا کہ اُس روز تک یا تو اللہ کو نور حاصل ہی نہ تھا یا یہ کہ اللہ زمین سے کہیں بہت دُور تھا جہاں سے اُس کا نور زمین تک نہ پہنچتا تھا اور یہ دونوں باتیں خالص کافرانہ ہیں۔ اسلئے کہ اللہ کا نور تو زمین اور ساری کائنات میں چھایا ہوا اور ہر لمحہ موجود ہے۔ یہ چمکنا اور دمکنا تو نورِ محمدؐی کے ظہور اور خالص زمین پر مرکوز ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔ اور وہ نورؐ ہی حقیقتاً مادی اور قابل مشاہدہ رَبُّ الْاَرْضِ وسماوات ہے۔ جب تک رب العالمین نہ کہا جائے رب کے معنی جزوی ہوتے ہیں اور یہ لفظ ہر ماں باپ کیلئے (بنی اسرائیل 17/24) اور فرعون کے لئے بھی قرآن میں بولا گیا ہے۔ (یوسفؑ 12/42)

<u>(ج) قیامت کی ضروریات اور انتظامات ذہن میں رکھیں</u>

یہ بات ذرا غور سے پایۂ یقین تک پہنچ جاتی ہے کہ اللہ بذاتِ خود نہ کسی ایک جگہ موجود

ہوسکتا ہے نہ کسی جگہ سے غائب ہوسکتا ہے۔اُس کا موجود ہونا ایسا نہیں ہے جیسا ہمارا موجود ہونا ہے۔لہٰذا نہ وہ ہماری طرح لوگوں سے سوال و جواب کرسکتا ہے نہ کرتا ہے، وہ بات کرنے ہی کیلئے نہیں (النّٰزِعٰت 79/5) بلکہ ہر کام کیلئے اپنے قوانین ووسائط واسباب کو استعمال کرتا ہے۔لہٰذا قیامت میں تمام نوع انسان سے الگ الگ محاسبہ کرنے اوراُن کومجرم ثابت کرنے کیلئے بھی وہ اُن ہستیوں کو استعمال کرے گا جن کا تذکرہ ہو چکا ہے اور جو انسانوں کے سامنے کھڑے ہوسکتے ہیں، کرسی یا تخت پر بیٹھ سکتے ہیں۔لہٰذا جیسا کہ عرض کیا گیا کہ جناب قائم قیامت صلوٰۃ اللہ علیہ قیامت کا انتظام کریں گے اور تمام انبیاؑ وآئمہؑ وشہدا کومختلف ذمہ داریاں سونپیں گے۔ایک ہمہ گیر کتاب ہوگی جس میں ساری نوع انسان اور اُس کے متعلقات کی تفصیل ہوگی۔اُدھر تمام انسانوں کے پاس اپنا اپنا اعمالنامہ ہوگا۔تمام متعلق ملائکہ حاضر اور برسرکار رہوں گے۔آسمانوں اور زمینوں پر اللہ کا مکمل قبضہ ہوگا۔یعنی قیامت میں وہ اپنے متعلق ریکارڈ امامؑ کے حضور پیش کرنے کیلئے تیار رہیں گے۔اسرافیل صور پھونکنے کے اشارے کا منتظر رہے گا۔امامؑ کے انتظام میں وہ حضرات بھی ہوں گے جو اُن کے دورِ امامتؑ میں تیار کئے گئے تھے۔اُن کے انصار بھی ہوں گے اور تمام اسٹاف گوش برآواز رہے گا اور اُن حضرتؑ کی ہر بات اَقصائے عالم تک ہر جگہ پہنچے گی۔قارئین آپ کا کام ہے کہ آپ قیامت کو ایک ہمہ گیر حقیقت سمجھ کر علما اور مترجمین کی بات سنیں گے تو آپ کو اُن کے بیانات فریب نہ دے سکیں گے۔اسی لئے قرآن کریم سے قیامت کا ہر انتظامی پہلو آپ کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔چنانچہ اللہ کے بیانات توجہ سے پڑھیں اور آنے والے بیانات سے قیامت کے نقشہ میں اضافہ کرتے چلیں۔

سولھواں بیان

اِذَ الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ٥ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ٥ وَ اِذَ الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ٥ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ٥ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ٥ وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ٥

وَ اِ ذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ o وَ اِ ذَ االْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ o بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ o وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ o وَ اِ ذَ االسَّمَآءُ كُشِطَتْ o وَ اِ ذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ o عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ o (التَّکوِیْر 1تا 81/14)

<u>مودودی کا جھکا ہوا ترجمہ:</u> ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا،اور جب تارے بکھر جائیں گے،اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے،اور جب دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی،اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے،اور جب سمندر بھڑ کا دئے جائیں گے،اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی،اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے،اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا،اور جب جہنم دھکائی جائے گی،اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی،اُس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 263 تا 267)

ہم یہاں مودودی کے ترجموں پر بحث اور اُن کی غلطیوں کو واضح کرنے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمارا مقصد واضح ہے کہ ہم وہ سامان قارئین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں جو بروز قیامت موجود ہونا چاہیئے تا کہ قریشی علما جہاں دل چاہے اور جس صورتحال کو موزوں سمجھیں قیامت نہ کہتے رہیں۔بہر حال ترجمہ پر اتنا ضرور عرض کریں گے کہ مودودی کے یہاں لفظ ''مَطْوِیّٰتٌ'' کے معنی بھی ''لپیٹنا'' ہیں اور لفظ ''کُوِّرَتْ'' کے معنی بھی ''لپیٹنا'' ہی ہیں۔حالانکہ اُن کے مادّے اور مصادر بالکل الگ الگ اور مختلف ہیں اور دونوں کے معنی بھی مختلف ہیں۔معنی کا یہ اختلاف اور مودودی کی چالا کی دکھانے میں ہمارا بہت وقت لگے گا جو ہمیں عنوان سے دُور لے جائے گا۔مگر قارئین کو یہ یقین دلانے کیلئے کہ ہم صحیح کہہ رہے ہیں ایک ایسی بات اور ایک ایسا دھوکا ضرور دکھاتے ہیں جس سے نہ صرف مودودی کا بلکہ تمام شیعہ سنی مترجمین کا دھوکا واضح ہو جائے گا۔

(الف) تمام مترجمین نے جنت وجہنم کو بہت سستی چالاکیوں سے باربار تبدیل کیا ہے

لہٰذا وہ وقت یاد فرمائیں جب نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دینے کا حکم دیتا ہے اور اہلِ دربار کہتے ہیں کہ:

قَالُوْا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِo (الصّٰفّٰت 37/97)

مودودی ترجمہ: ''انہوں نے آپس میں کہا'' اس کیلئے ایک الاؤ تیار کرو اور اُسے دھکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 293)

یہاں بھی ہمیں قرآن سے اور مثالیں دے کر اُن خبیث علما کا پردہ چاک کرنا چاہیئے لیکن وقت کم ہے اس لئے صرف اتنا کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ مندرجہ بالا قیامت والی آیات میں لفظ ''اَلْـجَـحِـيْـم'' آیا ہے (81/12) اور نمرود والی آیت (37/97) میں وہی لفظ ''اَلْجَـحِـيْـم'' موجود ہے مگر وہاں مودودی نے اس کا ترجمہ جہنم کیا تھا۔ مگر اب اسی لفظ کا ترجمہ جہنم نہیں کیا بلکہ آگ کا ڈھیر ترجمہ کیا ہے۔ بس اتنا نوٹ کرلیں کہ لفظ جحیم کے معنی ہرگز ہرگز جہنم نہیں ہوتے ہیں۔ گزشتہ آیات میں جو آثار وشناخت قیامت کے لئے بتائے گئے ہیں انہیں سامنے رکھیں اور اگلا بیان سنیں:

سترھواں بیان

فَـاِذَا نُفِخَ فِىْ الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ o وَّحُـمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً o فَيَـوْمَـئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُo وَانْشَقَّـتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ o وَّالْـمَـلَكُ عَلٰٓى اَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ o يَوْمَئِذٍ تُـعْـرَضُونَ لَا تَخْفٰى مِنكُمْ خَافِيَةٌ o فَـاَمَّـا مَـنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ o اِنِّـىْ ظَـنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ o فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ o فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ o (الحآقّه 22-69/13)

مودودی کا ترجمہ ''پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور

پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اُس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔ اس دن آسمان پھٹے گا اور اُس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی۔ فرشتے اس کے اطراف و جوانب میں ہوں گے اور آٹھ فرشتے اُس روز تیرے رب کا عرش اپنے اوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دن ہوگا جب تم لوگ پیش کئے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائیگا۔ اُس وقت جس کا نامۂ اعمال اُسکے سیدھے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ وہ کہے گا ''لو دیکھو، پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے'' پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا، عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 74 تا 76)

ہمیں امید ہے کہ قارئین قیامت کے آثار و سامان و واقعات کی ایک بڑی فہرست بنا رہے ہوں گے۔ یہاں سارا قرآن پیش کرنا مقصود نہیں ہے یہ تو چند اہم مقامات تھے جن کا سامنے رکھنا ضروری تھا اب صرف دو مقامات اور دیکھ لیں تو ہم عنوان تبدیل کریں۔

<u>اٹھارہواں بیان</u>

قُلِ اللّٰہُ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یَجۡمَعُکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ o وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ، وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَo وَ تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً کُلُّ اُمَّۃٍ تُدۡعٰۤی اِلٰی کِتٰبِہَا، اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَo ھٰذَا کِتَابُنَا....o (الجاثیۃ 26 تا 45/29)

<u>مودودی کا ترجمہ</u>: ''اے نبیؐ، اِن سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، اور جس روز قیامت کی گھڑی آ کھڑی ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اُس وقت تم ہر گروہ (گروہ نہیں اُمت) کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے ہر گروہ (گروہ نہیں اُمت) کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامۂ اعمال (نامہ اعمال نہیں

اپنی کتاب) دیکھے۔اُن سے کہا جائے گا:''آج تم لوگوں کواُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جوتم کرتے رہے تھے۔یہ ہمارا تیار کرایا ہوااعمال نامہ(اعمال نامہ نہیں کتاب) ہے جوتمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے(شہادت نہیں تمہارے متعلق باتیں کر رہا ہے) جو کچھ بھی تم کرتے تھے اُسے ہم لکھواتے (لکھواتے نہیں لکھتے) جا رہے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 592-591)

بس جناب مثالیں یہاں ختم کرتے ہیں اوراللہ کا ایک اصولی بیان اور لکھتے ہیں تاکہ قیامت واقعی ہمہ گیر ہوجائے ،سنیئے :

<u>اُنیسواں بیان۔تمام جاندار مخلوقات کو قیامت میں حاضر کیا جائے گا</u>

وَ مَا مِنۡ دَآ بَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَا لُکُمۡ ،مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّہِمۡ یُحۡشَرُوۡنَo (انعام 6/38)

یہاں ہمارا ترجمہ ضروری ہے اس لئے کہ قریشی علما اِس آیت میں آئی ہوئی تین حقیقتوں کے منکر رہے ہیں۔اس لئے غلط ترجمہ کرنے پر مجبور ہیں۔اوّل یہ کہ وہ اُمت اوراُمت کی جمع اُمَمٌ کا غلط ترجمہ کر کے حقیقی مقصد کو چھپا دیتے ہیں دوم وہ لفظ الـکتٰب کو قرآن نہیں بلکہ نوشتۂ تقدیر کہہ دیتے ہیں تاکہ قرآن میں کمی اور خامی کی نفی نہ ہوجائے۔اس لئے کہ وہ قرآن کو مکمل کتاب نہیں مانتے۔سوم یہ کہ وہ قیامت میں باقی جانداروں کو شامل نہیں کرتے ،ہمارا ترجمہ پڑھیئے :

<u>ہمارا ترجمہ</u>:''زمینوں پر چلنے یا حرکت میں رہنے والے تمام جانداراور ہوا میں پروں سے اڑنے والے تمام پرندو ملائکہ وغیرہ سب <u>تمہاری مثل اُمتیں ہیں</u> ہم نے الکتاب یعنی قرآن میں کسی بھی چیز کے بیان کرنے میں کوئی کمی و کسر نہیں چھوڑی ہے۔پھر مذکورہ جانداروں کواُنکے پروردگار کی طرف اکٹھا کر کے (محشور) لایا جائیگا۔''

یہ ہے قیامت قرآن کی رُو سے جس میں کوئی ذی حیات مخلوق ایسی نہ رہے گی جو میدان حشر میں حاضر نہ ہو اور جس کی مواخذہ میں ضرورت نہ پڑے۔اور جس کے بعد کسی کے ذمہ

حقوق العباد رہ جائیں اور تمام حقوق اللہ سامنے نہ آ جائیں۔ رہ گئی وہ قیامت جو قریشی پالیسی کے ماتحت شیعہ سنی علما نے بیان کی ہے اُس میں حقوق العباد کے تحفظ کا کہیں نام ونشان تو کیا وہم بھی نہیں ہوتا۔ اُس میں انصاف وعدل وجزاوسزا کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اُس میں امرت دھارا کی طرح ہر عبادت اور ہر نیکی اور ہر جرم وگناہ کا علاج جنت وجہنم بنا دیا گیا ہے۔

10۔ قریشی قیامت قرآنی تصورات اور وعدوں کی تکذیب کرتی ہے اور عدل وانصاف کا مذاق اُڑاتی ہے اور عقل ودانش کا منہ چڑاتی ہے

اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا تھا کہ:

وَ قَالَ الرَّ سُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُ وْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا o

''اور محمدؐ رسول اللہ نے عرض کیا کہ اَے میرے پروردگار حقیقتاً میری قوم نے اس قرآن کو اپنے اخذ واستنباط سے مہجور کر کے رکھ دیا ہے۔'' (فرقان 25/30)

یعنی اِس کی راہنمائی سے ہجرت کر کے اپنی راہنمائی کے لئے ایک دوسرا راہنما اختیار کر لیا ہے۔ (نسآء 4/60)

اللہ نے جواب میں فرمایا کہ:

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُ وًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّ نَصِیْرًا o (فرقان 25/31)

''جس طرح تمہاری قوم نے کیا ہے اُسی طرح ہم نے ہر نبیؐ کے لئے جرائم پیشہ لوگوں میں سے ہر نبیؐ کے دشمن بنائے رکھے ہیں۔ بہر حال تمہاری قوم کے عملدرآمد کے مقابلے میں تمہارا رب تمہاری راہنمائی اور نصرت کیلئے کافی ہے۔''

اور اللہ نے قرآن میں یہ آخری فیصلہ بھی رسولؐ کو سنا دیا تھا کہ:

اللہ کا قریش کے متعلق آخری فیصلہ

وَ کَذَّ بَ بِہٖ قَوْمُکَ وَ ھُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ o (انعام 6/66)

''اَے رسولؐ، تیری قوم نے قرآن کی تکذیب کر دی ہے حالانکہ وہ ہر حیثیت سے حق ہے۔اُن کو بتا دو کہ میں تمہارے بارے میں تمہاری وکالت نہ کروں گا۔''

یہ دونوں آیات یہ فیصلہ کر دیتی ہیں کہ قریش نے قرآن کے ہر کلیدی تصور کو تبدیل کر کے اپنا تصور اور عقیدہ قرآن کے نام پر پھیلانا تھا اور یوں قرآن کی تکذیب کرنا تھی۔ چنانچہ انہوں نے قیامت کے تصور کو قطعاً تبدیل کر دیا ذرا سوچیئے کہ:

ایک شخص مشرک تھا۔ساری زندگی مشرک رہا،مشرک مرا مگر اُس نے زندگی بھر نہ کسی انسان کو ستایا نہ کسی کا حق مارا نہ زنا کیا نہ چوری کی المختصر شریفانہ زندگی گزار کر مر گیا۔قریشی اور قریش کے تیار کردہ شیعہ اور سنی علما یا عوام سے پوچھیئے کہ قیامت میں اس کیلئے کیا فیصلہ ہو گا۔سب بڑے اطمینان اور بلا سوچے سمجھے کہیں گے کہ اُسے جہنم واصل کیا جائے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔(یہی ہمارا جواب ہے) پھر پوچھیں کہ ایک اور مشرک تھا،مشرک رہا،مشرک مرا مگر اُس نے قتل بھی کیئے ڈاکے بھی ڈالے اور بدترین مجرمانہ زندگی بسر کی تھی۔اس کیلئے قیامت میں کیا فیصلہ ہو گا؟ اُن دونوں فریق علما کا جواب ہو گا وہ جہنم میں جائیگا اور ہمیشہ وہیں رہیگا۔(ہمارا جواب یہ نہیں ہے)

<u>اب مومنین کیلئے پوچھیں کہ</u>: ایک مومن نے جان بوجھ کر ایک دوسرے مومن کو بلا خطا قتل کر دیا اور دنیا میں اُسے قتل کی سزا نہ ملی تھی۔قیامت میں اس کیلئے کیا فیصلہ ہو گا؟ وہ بھی کہیں گے اور قرآن بھی کہتا ہے کہ وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ وہاں رہے گا۔(نسآء 4/93) ہمارا بھی یہی جواب ہے۔پھر پوچھیئے کہ:

ایک مومن نے ایک سے زیادہ مومنین کو بلا خطا قتل کیا اور اُسے دنیا میں کوئی سزا نہ ملی اُس کے لئے قیامت میں کیا فیصلہ ہو گا؟ اُن سب کا جواب جہنم میں ہمیشہ رہنا ہو گا۔

پھر پوچھیئے کہ:ایک مومن نے ساری عمر نماز نہ پڑھی تو کیا ہو گا۔جواب جہنم ہو گا۔اور

<u>1</u>: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی،احکام خداوندی پر عمل کرتا رہا۔اُس کا حشر کیا ہو گا؟

جواب جنت ہوگا۔ پھر؛

2: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی، احکام خداوندی پرعمل کیا اور مسجد بھی بنوائی تو......؟ جواب پھر جنت ہے۔

3: ایک مومن نے شریفانہ زندگی بسر کی، مسجد بنوائی، احکام خداوندی پرعمل کرتا رہا۔ اُس کے بچوں کو لوگوں نے مارڈالا۔ اُس نے صبر کیا اُس کو لوٹ لیا گیا۔ اُس نے انتقام نہ لیا بلکہ صبر کیا تب......؟ جنت جواب ہے۔

4: مندرجہ بالا قسم کے مومنین اگر عہدِ رسولؐ کے تھے تب کیا ہوگا؟ جنت جواب ملے گا۔

اسلئے عرض کیا گیا تھا کہ جنت اور جہنم قریشی مذہب کیلئے اَمرت دھارا ہیں یعنی ہر قسم کی اور ہر مقدار کی نیکی اور بدی کی جزا جنت وجہنم ہے۔

(الف) قریش کے اسلامی نظام میں دنیا کی زندگی میں بھی نہ عدل ممکن ہے اور نہ انصاف ہوسکتا ہے

یعنی قاتل خواہ ایک شخص کا ہو یا بیس کا سزا ہر حال میں پھانسی ہے۔ اور جن کا آدمی قتل ہوا ہے، جو بچے یتیم ہوئے، جو عورت بیوہ ہوئی جو ماں باپ بے سہارا ہوگئے اُن کے لئے اسلامی نظام میں کیا جزا ہے؟ چور کے ہاتھ کاٹ دینے اور قاتل کو پھانسی دے دینے سے تو وہ نقصان پورا نہ ہوا جو مقتول اور چوری سے متاثر ہونے والوں کو ہوا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص کو کسی نے قتل کر کے اُس کے متعلقین کو بے سہارا کر دیا اسلامی نظام نے قاتل کو پھانسی دے کر ایک اور بے قصور خاندان کو بے سہارا کر دیا۔ اگر یہ انصاف وعدل ہے تو ظلم وجبر کس چیز کا نام ہوگا؟ لہٰذا ہم نے صحیح کہا کہ قریشی نظام ہو یا قریشی خدا کی قیامت ہو دونوں جگہ قرآن کی تکذیب ہوتی ہے۔ عدل وانصاف کا منہ چڑایا جاتا ہے۔

11۔ قرآن کی تکذیب قرآن میں اللہ کے وعدوں کی تکذیب ہے۔اللہ نے کیا کیا وعدے کئے جن کو پورا کرنا اللہ پر واجب ہے؟

(1) اللہ کا ایک اعلان یا وعدہ

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o (بقرہ 2/38)

مودودی ترجمہ: ''پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے،تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 68)

اللہ نے اس ابتدائی وعدہ کو قرآن میں باربار دُھرایا ہے۔(2/62، 2/112، 2/262، 2/274، 3/170، 5/69، وغیرہ وغیرہ)

ہم اور ساری دُنیا گواہ ہے اور خود مودودی نے بھی اِن مقامات پر چپکے سے گزر کر اپنی گواہی دے دی ہے کہ اللہ کی ہدایات پر لفظ بلفظ عمل کرنے کے باوجود ہر قسم کا خوف اور ہر قسم کا حزن لوگوں کو پیش آتا رہا ہے۔ہمارے سامنے محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کی پوری زندگیاں ہیں نہ اُن سے زیادہ اللہ کی ہدایات پر عمل کرنے والا کوئی گزرا اور نہ اُن سے زیادہ روح فرسا خوف وحزن کسی اور کو پیش آیا۔اُن کیلئے اس وقت بھی شیعہ عورتوں کا ماتم اور نوحہ سُن رہا ہوں جو امامبارگاہ بیت العزا میں شہدائے کربلا کی مجلس برپا کئے ہوئے امامؑ کا چالیسواں منا رہی ہیں۔یعنی اُن حضرات پر ہدایاتِ خداوندی پر عمل کرنے کی وجہ سے جو مظالم ہوئے جو ننھے ننھے بچوں اور خاندانِ رسالت کی مستورات پر خوف وحزن اور شدائد گزرے اُن پر آہ وزاری اور نوحہ اور ماتم کرتے ہوئے تیرہ صدیاں گزر گئیں۔اس نام نہاد قریشی اسلام نے کوئی ایسی صورت بیان نہیں کی جس سے اللہ کے مندرجہ بالا قسم کے وعدوں

کے پورا ہونے کی کوئی راہ نکلتی، اور فرمایا کہ:

(2) اللہ کا ایک اور اعلان اور وعدہ

وَ مَنۡ یَّتَوَلَّ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ o (مائدہ 5/56)

مودودی ترجمہ: ''اور جو اللہ اور اُس کے رسوؐل اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اُسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 482)

(3) (اور دوسری آیت) ...... وَ اِنَّ جُنۡدَنَا لَہُمُ الۡغٰلِبُوۡن o (صٓفّٰت 171 تا 37/173)

''........اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً اُن کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 313)

یہ خدا کے دو وعدے سامنے رکھیں اور یہ اعلان بھی سنیں کہ:

(4) اَلَآ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ o (مجادلہ 58/19)

مودودی '' خبردار رہو، شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 365)

قارئین دل پر ہاتھ اور تاریخ پر نظر رکھ کر بلا رُو رعایت یہ بتائیں کہ آیا امام حسین علیہ السلام کا لشکر اللہ کا لشکر تھا یا نہیں؟ اور یہ کہ آیا حسینؑ اور اُن کے لشکر والوں نے اللہ و رسوؐل کو اپنا ولی سمجھا تھا یا نہیں؟ اور یہ کہ اُن کا مخالف یزید کا لشکر شیطان کا لشکر تھا یا نہیں؟ پھر یہ بتائیں کہ کربلا میں کس کا لشکر غالب رہا؟ حسینؑ کا یا یزید کا؟

ہم تاویلوں کے قائل نہیں ہیں اور ہم اللہ ہو یا رسوؐل ہوں قرآن کے الفاظ کے معنی بدلنے کو باطل کہتے ہیں۔ ہمیں اُن تاویلات سے اس وقت کوئی دلچسپی نہیں جو اس سلسلے میں کی گئی ہیں۔ بعد میں کیا ہوا زیر غور نہیں ہے نہ آیات میں بعد کی بات ہے نہ غلبہ کی قسمیں بیان کی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یزید کا لشکر غالب رہا اور ایسا غالب کہ طرفداران حسینؑ کا

بچہ بچہ قتل ہوا، پس ماندگان کو لُوٹ کر قیدی بنایا گیا، جلوس کی صورت میں شہروں اور سڑکوں پر پھرا کر ذلیل و رُسوا کیا گیا اور ایک سال سے زیادہ قید میں رکھا گیا، لشکر کے تمام افراد کے سروں کو نیزوں پر نمائش کیلئے گشت میں رکھا گیا، اس شکست کو فتح کہنے والے لفظ فتح کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اِس تباہی کو غلبہ قرار دینے والے اللہ اور اسکے وعدہ کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں اور یہ قرآن کی کھلی تکذیب ہے۔ حسینؑ کی فتح تو جب ہوتی کہ یزید کی فوج میدان جنگ میں ڈھیر ہو جاتی اور انہیں لُوٹا جاتا اور اُنکے اہل وعیال کو در بدر پھرایا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ تمام وعدے اور اعلان غلط نکلے۔ اُنکے بعد بھی آج تک یزیدیت وقریشیت کا غلبہ ہے اور شیعوں میں سنیوں میں کہیں حسینیؑ کردار ہے نہ عمل ہے نہ نظریہ ہے۔ اور اسکے برخلاف چاروں طرف یزیدیت کا غلبہ ہے اور خود یہ ماتم کرنے والے یہ مجالس عزا برپا کرنے والے شیعہ خلفاءِ قریش کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ بہر حال قریش اور قریش کی پیروی کرنے والوں نے جو قیامت پیش کی ہے اُس میں قاتلانِ حسینؑ اور شہدائے کربلا کے قتل کرنے والوں کے لئے بھی جہنم ہی ہے جیسا کہ ایک قتل کرنے والے کیلئے جہنم ہے اور حسینؑ اور دیگر شہدا کے لئے بھی جنت ہی ہے۔ رہ گیا جنت میں درجات کی بات تو وہ خود عدلِ خداوندی پر سجتی نہیں ہے۔ اور اُس قاعدہ سے غلط ہو جاتی ہے جو اللہ نے بیان کیا ہے کہ جنت میں کسی کو کسی قسم کی تکلیف اور رنج وغم اور تشویش نہ ہوگی اور درجہ کی کمی یقیناً باعثِ رنج وملال اور مستقل تکلیف ہوگی اور باعثِ تحقیر بھی ہوگی جو جنتی کیلئے ممنوع ہے۔ لہٰذا اب قریشی علما کو اللہ کے ایک اور وعدہ کی تکذیب کا مجرم کہنا پڑے گا۔ بہر حال قریشی اسلام میں قرآن کی صرف تکذیب کا سامان ہے (سورہ انعام 6/66)۔ اُن کو چاہیئے کہ مندرجہ بالا اور آئندہ آنے والے وعدوں کی تصدیق میں کوئی آیت یا آیات پڑھیں اور دُنیا کو بتائیں کہ یوں اللہ کا ہر وعدہ سچ نکلتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں اور ہرگز نہ کرسکیں گے تو مان لیں کہ اُن کے اختیار کردہ اسلام اور تفہیم قرآن کی بنیاد، بقول خداوندی (6/66) تکذیب قرآن پر ہے۔

(5) اللہ کا ایک اور وعدہ جھٹلایا گیا

اللہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌo (مائدہ 5/33)

مودودی کیا سمجھے: ''جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دَو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں اُن کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا سُولی پر چڑھائے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا وہ جلاوطن کردیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو اُن کے لئے دُنیا میں ہے اور آخرت میں اُن کے لئے اس سے بڑی سزا ہے۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 465-464)

اس ترجمے میں مودودی نے دو جگہ آیت کے حکم کی سنگینی کو ہلکا کرنے والے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اوّل اللہ و رسولؐ سے جنگ کو ''لڑنا'' بنایا ہے جو زبانی سخت کلامی تک استعمال ہوتا ہے۔ دوم ''عذاب عظیم'' کو ''بڑی سزا'' بنا دیا ہے جو بنچ پر کھڑا کردینے یا کان پکڑوا دینے تک نیچے اُتر آتی ہے۔

آیت میں اللہ و رسولؐ سے جنگ دراصل رسولؐ ہی سے جنگ ہے اسلئے کہ اللہ سے جنگ انسانوں کے قابو کی بات ہی نہیں۔ اور ہر معصومؑ سربراہِ اسلام سے جنگ رسولؐ اللہ سے جنگ ہے۔ ورنہ رسولؐ کے انتقال کے بعد یہ جُرم اور آیت کا حکم ختم ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن کا ہر حکم قیامت تک نافذ العمل ہے۔ اب سوچیئے کہ خود رسولؐ اللہ سے جنگیں کی گئیں پھر حضرت علیؑ سے جنگ کی گئی اور تمام سربراہانِ اسلام کو قید و بند میں رکھا گیا، زہر اور تلوار سے قتل کیا گیا، امام حسین علیہ السلام کو مع اُن کے طرفداروں کے قتل کیا گیا۔ لیکن دنیا میں

اس قتل عام اور جنگوں اور فساد کرنے کی سزا نہ خلافت الٰہیّہ پر قبضہ کرنے والوں اور واقعہ کربلا کی بنیاد رکھنے والوں کو ملی، نہ یزید اور اس کی حکومت کے اہل کاروں کو ملی، نہ بعد کی خلافتوں کے سربراہوں کو ملی۔ حالانکہ اللہ کے وعدہ میں لازم تھا کہ دنیا میں اُن کو قتل وسولی اور قطع اعضاء اور جلا وطنی کی سزا ملتی۔ لہٰذا اس وعدہ اور اعلان اور حکم کا نفاذ نہیں ہوا اور مجرم مر چکے۔ اب یا تو قریشی علما قرآن سے یہ دکھائیں کہ یہ وعدہ فلاں فلاں آیت یا آیات کی رُو سے (5/33) پورا ہو چکا یا قرآن سے دکھائیں کہ قیامت میں اُن تمام مجرموں کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پہلا صور پھونکنے تک اللہ ورسوؐلوں سے یا اُن کے جانشینوںؑ سے جنگ کرتے رہے یا دنیا میں فتنہ وفساد پھیلاتے رہے، اُن سب کو قیامت میں قتل کیا جائے گا یا پھانسیاں وسولی دی جائے گی اور اُن کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور یوں انہیں پہلے ذلیل ورُسوا کیا جائے گا اور اس کے بعد انہیں عذاب عظیم میں مبتلا رکھا جائے گا؟ قریشی علما اب کوئی نیا قرآن بنا نہیں سکتے اور اس قرآن کے اندر قیامت میں اِن سزاؤں کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مانیئے کہ قریش کے اختیار کردہ مذہب میں اور اُن کی تفہیمِ قرآن میں قرآن کے اس وعدہ کو بھی جھٹلا دیا گیا ہے۔

(الف) <u>سنگین مجرموں کو دنیا میں بھی سزا دینے اور آخرت میں بھی سزائیں دینے کے وعدے</u>

اب چند مقامات مودودی کے ترجموں کے ساتھ قرآن سے اور دیکھ لیں کہ دنیا میں سزا دیا جانا ضروری ہے تاکہ باقی لوگ جرائم سے باز رہیں اور مظلوموں کو عدل وانصاف سے مطمئن کیا جائے اور سنگین جرائم پر آخرت میں بھی انہیں عذاب دیا جائیگا۔ قرآن سنیئے اور قریشی علما کو بھی سنایئے اور یہ بھی نوٹ کیجیئے کہ ہم لفظ عذاب کا ترجمہ مودودی کو ''سزا'' نہ کرنے دیں گے بلکہ عذاب کو عذاب ہی لکھیں گے، سنیئے:

(1) <u>دُنیا میں عذاب کا ایک وعدہ</u>

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمۡ

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ o (آل عمران 3/56)

مودودی نے مانا: ''جن لوگوں نے کفر وانکار کی روش اختیار کی ہے انہیں دُنیا اور آخرت دونوں میں سخت عذاب دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔'' (تفہیم جلداوّل صفحہ 259)

مودودی اینڈ کمپنی سے پوچھو کہ کروڑوں انسان کفر وانکار کی روش پر چلتے ہوئے مر گئے۔ خصوصًا یزید اور اُس کی حکومت کے تمام افسران وعہدیدار وافواج کفر وانکار وقتل و غارت کی مستقل روش پر قائم رہ کر مر گئے اور اُن کے بزرگ قریش اور اُن کی نسلیں دنیا سے گزر گئیں اُن کو عذابِ خداوندی بلکہ شدید عذاب میں کب مبتلا کیا گیا اور اُن کے ناصرین برابر موجود رہے۔

(2) اور سنیئے کہ قریشی مسلمانوں اور اُن کے راہنماؤں کا طرزِ عمل بیان ہو رہا ہے، قریشی راہنما اپنی قوم کو حکم دیا کرتے تھے کہ رسوؐل کا وہ حکم ماننا جو ہماری اس تفہیم کے مطابق ہو ورنہ بلا انکار کئے بچ نکلا کرو۔ یعنی؛

...... يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ، يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا، وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔااُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ، لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ، وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o (مائدہ 5/41)

مودودی کا بادلِ ناخواستہ ترجمہ: ''کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں، اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو (یہ بددیانتی ہے فَاحْذَرُوْا کے معنی تو حذر کرنا بچ کر نکل جانا ہیں) جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو اُسکو اللہ کی گرفت سے بچانے کیلئے تم کچھ نہیں کر سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا، اُن کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت عذاب۔ (عذابِ عظیم)'' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 471-470)

قارئین نے پہچان لیا ہوگا کہ یہ رسوؐل کی وہی قوم ہے جس کے اَخذ واستنباط کی حضوؐر نے اللہ سے شکایت کی تھی (فرقان 25/30) جس نے قرآن کو مہجور کیا تھا۔ یہاں قوم کے راہنماؤں کا طریقۂ قرآن فہمی اور اپنی قوم کو احکام دینا بھی ثابت ہوگیا۔ یہی وہ طرزِ عمل تھا جس سے سارے قرآن کو جھٹلا کر اپنے تصور کی تائید کرائی ہے۔ اور جس کا ثبوت سامنے ہے۔ بتایئے قرآن کی تحریف کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کو دنیا میں کب رسوا کیا گیا؟ وہ تو سب بڑی عزت واحتشام سے دنیا سے رُخصت ہوئے تھے؟

(3) قریش کو دنیا میں عذاب دینا ضروری ہے

قریش کو دنیا میں عذاب میں مبتلا کرنے کی ایک پیش گوئی سنیں، ارشاد ہے؛

فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَ لَآ اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ تَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَ ھُمْ کٰفِرُوْنَ o (توبہ 9/55)

مودودی ترجمہ: ''اِن کے مال ودولت اوران کی کثرتِ اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اِن ہی چیزوں کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے اور یہ جان بھی دیں تو انکارِ حق ہی کی حالت میں دیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 202)

ثابت ہوا کہ قریش کو دنیا میں زندگی گزارنے کے دوران اللہ کی طرف سے عذاب میں مبتلا کرنا تھا۔ لیکن قریشی تاریخ کی رُو سے قریش کو عذاب نہ ہوا اور وہ اپنی اپنی فطری موت مرتے رہے۔ لہٰذا دنیا میں عذاب کا یہ وعدہ بھی اللہ کے ذمہ باقی ہے۔ اور قریش کے مذہب میں یہ وعدہ بھی غلط نکلا۔ اور وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ وعدہ پورا ہوا یا نہیں؟ اور ہوا تو کب ہوا؟ یا اب اُن کے دنیا سے گزر جانے کے بعد کب اور کیسے صحیح ثابت ہوگا؟ اور قرآن سے یہ بات ہرگز معلوم نہیں ہوسکتی کہ دنیاوی زندگی کے دوران کیئے ہوئے وعدوں کو اللہ قیامت میں پورے کرے گا۔

(4) مودودی نے اپنے بزرگوں کو چھپانے کے لئے کَافِرُوْن کا ترجمہ غلط کیا ہے

چونکہ قریش کو دنیا میں عذاب دینے کی بات ہوئی ہے اور اُن کے لئے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں مریں گے اور چونکہ قریشی علما کفر اور کافر کے معنی ''منکرِ اسلام'' یا'' منکرِ دین'' کرتے رہتے ہیں اس لئے تمام مسلمان، شیعہ ہوں یا سُنی، یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں لفظ ''کافر'' آتا ہے وہاں مسلمان نہ مخاطب ہوتے ہیں نہ وہاں مسلمانوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔اس لئے کہ وہ تو مومن ہوتے ہیں، خواہ اچھے مومن ہوں، یا بُرے اور گھٹیا درجے کے مومن ہوں؛ بہر حال مسلمان، منکرِ اسلام یا منکرِ خدا و رسولؐ نہیں ہوتے۔لیکن قریشی علما نے یہ بڑا گہرا اور مسلسل فریب دیا ہے۔ یہ بات خود مودودی کے قلم سے پڑھیں وہ لکھتے ہیں کہ:

(5) کفر کے اصلی معنی مودودی سے

''161؎ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔اِسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 129)

آپ نے دیکھا کہ لفظ ''کفر'' کے اصلی معنی ''چھپانے'' کے ہوئے تو لفظ ''کافر'' کے معنی خود بخود ''چھپانے والا'' ہوئے اور لفظ ''کَافِرُوْن'' کے معنی ''چھپانے والوں'' ہونا چاہئیں نہ کہ ''منکروں'' یا'' نہ ماننے والوں'' کے۔لہٰذا اللہ نے اس آیت (9/55) میں یہ فرمایا ہے کہ قریش مرتے دم تک حقیقت کو چھپاتے ہی رہیں گے ہرگز ظاہر نہ ہونے دیں گے۔اور قریش کا تو مذہب ہی یہ ہے کہ وہ جس طرح ہو سکے حق کو چھپاتے چلے جائیں۔اسی لئے اُنہوں نے قرآن کے ہر کلیدی لفظ کے معنی مقررہ ومتعینہ مقام سے ہٹا کر دوسرے اور کئی کئی معنی جڑ دیئے اسی لئے قرآن نے ابھی ابھی (سابقہ وعدہ نمبر 2) فرمایا تھا کہ:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ..... (مائدہ 5/41)

مودودی: ''کتاب اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 471-470)

یہی کام مودودی نے کیا ہے۔ یعنی مان کر کہ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں اسلامی حقیقت چھپانے والوں کو ساری دنیا کی نظروں سے چھپا دیا ہے۔ اور شیعہ اجتہادی علما نے بھی شروع سے کفر و کافر کے قریشی معنی کر کے اپنے حقیقی بزرگوں اور راہنماؤں کو چھپانے میں قریشی علما کی مدد کی ہے۔

(6) لفظ کفر کے معنی پر مزید روشنی

قارئین یہ سمجھ کر آگے بڑھیں کہ عربی زبان میں تین ایسے لفظ ہیں جنکے معنی اُردو میں ''چھپانا'' کر لئے جاتے ہیں اور وہ تینوں قرآن میں مختلف عربی صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

اوّل: ''کَتَمْ'' سے مضارع کا لفظ یا صیغہ ''یَکْتُمُ'' قرآن میں ہے: رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَا نَہٗ......الخ

مودودی ترجمہ: "آلِ فرعون میں سے ایک مومن شخص، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 405)

دوسرا لفظ: '' خَفِیٌّ '' جس سے الفاظ خفیہ اور مخفی وغیرہ بنتے ہیں۔

قرآن: قرآن کریم نے اس لفظ کو بار بار اور کئی صورتوں میں استعمال کیا ہے۔ لہٰذا ایک مقام دیکھیں جہاں قریش کی اِسی خفیہ پالیسی کا ذکر ہو رہا ہے۔ پوری آیت پڑھنے سے قریشی مسلمانوں کا اسلام بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ہم صرف لفظ کا استعمال اور معنی دکھا کر آگے بڑھیں گے ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخْفُوْنَ فِیْ اَنْفُسِہِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا ...... الخ (آل عمرانؑ 3/154)

مودودی: "اِن سے کہو'' (کسی کا کوئی حصہ نہیں) اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں'' دراصل یہ لوگ (یہ لوگ نہیں یہ قریشی مسلمان) اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اُسے تم پر ظاہر نہیں کرتے اُن کا اصل (قلبی وقومی اور پوشیدہ) مطلب یہ

ہے کہ ''اگر (قیادت کے) اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے۔''
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 296)

دونوں باتیں واضح ہو گئیں یعنی اُدھر یہ معلوم ہو گیا کہ چھپانے کیلئے عربی زبان میں دوسرا لفظ خَفِیٌّ ہے اور طرح طرح سے قرآن میں استعمال بھی ہوا ہے لہٰذا علما کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ الفاظ کے صحیح معنی استعمال کرتے۔ مگر اُنکی پالیسی اور مذہب ہی یہ تھا کہ وہ رسوؐل کے قائم کردہ اقتدار اور حکومت پر قبضہ کرلیں اور اُنہوں نے اپنی قومی حکومت بنا کر چھوڑی اور اپنی حکومت اور مذہب کو برحق ثابت کرنے اور حقیقتِ اسلامی کو چھپانے کیلئے قرآن میں معنوی تغیر و تبدل جاری کیا اور اس حق پوشی ہی کو لفظ کفر سے قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

(7) **کفر کے معنی کسی چیز یا حقیقت کو اپنے فائدے کیلئے چھپانا ہیں**

ہم فی الحال تفصیل میں جانے کا وقت نہیں پاتے صرف اتنا بتاتے ہیں کہ کاشتکار عمدہ اناج کو بیج کیلئے محفوظ رکھتا ہے۔ گھر میں تنگی ترشی سے بسر کرتا ہے لیکن فصل بونے اور کئی گنا اناج حاصل کرنے کیلئے اُدھر بیج کو سال بھر چھپائے رکھتا ہے پھر کھیت میں ڈال کر مٹی میں چھپا دیتا ہے اسلیئے اللہ نے کسانوں کو کفار فرمایا ہے یعنی عمدہ فصل اور نتیجہ حاصل کرنے کے لئے بیج کو چھپانے والا، سنیئے:

قرآن کا اصلی جملہ: كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ......(الحدید 57/20)

مودودی؛ پوری آیت کا ترجمہ سنیئے: ''خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اُس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے۔''
(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 317)

ثابت ہوا کہ واقعی کفر کے معنی حقیقت کو چھپانا ہیں اور کفر یا کافر کے معنی منکرِ اسلام یا

منکر یا انکار کرنا قریشی فریب ہے جو سارے قرآن میں پھیلایا گیا ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ لفظ کفر سے مذہب اور عقیدے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ایک دیندار بھی کفر کرسکتا ہے اور کافر ہو سکتا ہے۔ایک بے دین بھی کفر کرسکتا ہے اور کافر کہلا سکتا ہے۔اور ایک مسلمان بھی مسلمان رہتے ہوئے حقیقتِ حال کو چھپانے کی بنا پر کافر کہلا سکتا ہے۔لہٰذا قریش مسلمان ومومن و نمازی و حاجی اور تہجد گزار ہوتے ہوئے پورے قرآن میں اِدھر سے اُدھر تک لفظ کافر سے پکارے جاتے رہے ہیں۔اس لئے کہ انہوں نے حکومتِ علویہ کے غصب کرنے کو چھپانا تھا۔حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے حقِ حکومت کو چھپانا تھا، آپ کے حقوق کو غائب کرنا تھا اور اپنی بدکرداری اور ظلم وستم اور استبداد پر پردہ ڈالنا تھا اور خود کو حقیقی مومن ومسلم کی صورت میں پیش کرنا تھا یہی سبب تھا قرآن میں معنوی تحریف کا۔

(8) کفر کے معنی میں مودودی کی بوکھلاہٹ اور ہمارے بیان کردہ معنی کی تصدیق وتفصیل

قبل اس کے کہ ہم کفر کے معنی پر قرآن سے مزید ثبوت اور حقیقی مومنین کو خوشخبریاں پیش کریں یہ سمجھ لیں کہ لفظ انکار اور منکر خود عربی زبان کے الفاظ ہیں اور قرآن میں استعمال ہوئے ہیں اور مودودی سے ترجمہ سنیئے:

قرآن؛منکر کے معنی: وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۝؟

(انبیآء 21/50)

مودودی ترجمہ: ”اور اب یہ بابرکت ”ذکر“ ہم نے (تمہارے لئے) نازل کیا ہے۔پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو۔؟

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 163)

خوشخبریاں اور کفر کے معنی چھپانا: اب یہ دیکھیں کہ جو مومنین محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کے پسندیدہ ہوں گے اُن کی ہر برائی جو ملائکہ نے اُن کے اعمال نامہ میں لکھی ہوگی اللہ بروز حساب اُن تمام برائیوں کو اُن کے نامۂ اعمال سے غائب کردے گا، چھپادے گا، پوشیدہ کر

دے گا۔ یعنی لفظ کفر کا اِن تین معنی میں استعمال ہونا دیکھیں اور اپنی محبتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر خوش ہوں۔ اور ہر وہ کام نہ کریں جس سے وہ حضرات علیہم السلام ناراض و رنجیدہ ہوتے ہوں۔ قرآن سنیئے اور مودودی کی بدنصیبی اور کمائی پر افسوس کیجیئے:

مومنین کی دعا: (1) رَبَّنَا فَاغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا.... (آل عمران 3/193)

مودودی ترجمہ: ''پس اے ہمارے آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں اُن سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دُور کردے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 312-311)

یہاں اس قدر دیکھنا ہے کہ اب لفظ کُفر کے معنی اسلام کا انکار نہیں کرتے بلکہ کَفِّرۡ کے معنی دُور کرنا کرتے ہیں؛ اور سنیئے؛

اللہ کا فیصلہ؛ (2) لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ.....(3/195)

مودودی ترجمہ: ''اُن کے سب قصور میں معاف کردوں گا۔''

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 313-312)

یہاں دُور کرنے کی جگہ معاف کرنا لکھا ہے، اور سنیئے:

اللہ کا وہی بیان (3) لَاُکَفِّرَنَّ عَنۡكُمۡ سَیِّاٰتِكُمۡ ..... (مائدہ 5/12)

مودودی کا بدلتا ہوا ترجمہ: ''یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کردوں گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 451)

اب دُور کرنا، معاف کرنا کی جگہ زائل کرنا معنی ہو گئے؛ ایک مقام اور دیکھیئے:

اللہ کا وہی بیان (4) نُکَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَیِّاٰتِكُمۡ..... (نسآء 4/31)

مودودی کا کھیل: ''تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کردیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 346)

مودودی اپنے بزرگوں کی سنت یعنی فریب سازی سے نہیں چُوکے

قارئین نوٹ کرتے چلیں کہ اس آخری آیت (4/31) میں کوئی ایسا عربی کا لفظ نہیں

ہے جس کے معنی ''چھوٹی یا موٹی'' کیئے جاسکتے۔ یعنی مودودی نے بفضلِ شیطان خود ہی اضافہ کر دیا اور بتا دیا کہ مودودی کو یہ پسند نہیں کہ اللہ چھوٹی موٹی برائیوں کے علاوہ کوئی بڑی برائی چھپا دے یا معاف کر دے یا اعمالنامہ سے ساقط کر دے یا زائل کر دے۔

بہر حال ہم نے تمام جھوٹوں کو گھر تک پہنچا دیا۔ اب پھر اللہ کے وعدے ملاحظہ ہوں اور دیکھیں کہ مودودی قسم کے لوگوں کو اس دنیا میں عذاب اور سزا ملنا ضروری ولازم ہے اور اُن کو سزا اور عذاب ملنے سے پہلے قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی۔

(9) قریش کو دنیا وآخرت دونوں جگہ دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے حق پوشی کا اعلان کیا، اسلام لاکر حق پوشی کی، انتقام لیا

اللہ کا اعلان اور وعدہ : يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا، وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَ هَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا وَمَا نَقَمُوۡآ اِ لَّآ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ فَاِنۡ يَّتُوۡبُوۡا يَكُ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَ اِنۡ يَّتَوَلَّوۡا يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا فِى الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةِ وَمَالَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍo (توبہ 9/74)

مودودی کا کافرانہ ترجمہ: ''یہ لوگ (یہ لوگ نہیں یہ قریشی مسلمان) خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی، حالانکہ اُنہوں نے ضرور حق کو چھپانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد حق کو چھپانے پر کاربند ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کی ہمت کی جسے کر نہ سکے۔ یہ اُنہوں نے اِسی بات کا انتقام لیا ہے نا کہ اللہ اور اُس کے رسوؐل نے اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دیا ہے؟ اب اگر یہ اپنی اس حق پوشی کے اعلان سے توبہ کر لیں تو اُن کے لئے خیر ہے اور اگر اُنہوں نے اقتدار اور ولایت پر قبضے کی اسکیم کو جاری رکھا تو اللہ اُن کو نہایت دردناک عذاب دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور دنیا میں اُن کا کوئی ولی اور نصرت کرنے والا نہ ہوگا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 217-216)

مودودی کے ترجمہ میں اصلاح اور اصلاح کی وجہ

قارئین نوٹ کریں کہ ہم نے کفر کے سلسلے میں آئے ہوئے قرآنی بیان میں مودودی کے فریب کارانہ ترجمہ کی اصلاح کر کے مودودی کا مسلمہ یا اصلی ترجمہ لکھ دیا ہے۔ مودودی چاہتے تھے کہ انہیں کافر بنا کر نظر انداز کر دیں مگر وہ تمام مسلمان لوگ تھے اور انہوں نے رسوؐل اور تمام مسلمانوں سے مخفی (3/154) طور پر قیادت وحکومت پر قبضہ کر لینے کا فیصلہ کیا تھا اور اسلئے حقیقت کو چھپانے کی بات کی تھی۔ اور رسوؐل اللہ کو قتل تک کر دینے کی ہمت کی تھی مگر ناکام ہو گئے تھے۔ (مودودی تفہیم القرآن جلد 2؛ 84 صفحہ 217-216)

پھر جو لوگ یہ کام کر رہے تھے وہ غنی قسم کے مسلمان تھے۔ اور اللہ ورسوؐل نے اُن کو غنی کیا تھا۔ اُن کی توبہ کا اور توبہ قبول ہو جانے کا قرآن میں ذکر نہیں ہے اور اُن کا قومی حکومت بنالینا ظاہر ہے لہٰذا اُنہوں نے لفظ یَتَـوَلُّـوْا پر عمل کیا یعنی ممانعت کے باوجود اپنی قومی ولایت وحکومت قائم کر لی۔ اور تَوَلّٰی اور تَوَلَّیْتُمْ کے معنی ولایت قائم کرنا یا اقتدار حاصل کرنا ہے۔ مودودی کے نزدیک بھی متفقہ وصحیح ہیں (دیکھو تفہیم جلد اوّل صفحہ 159، آیت 2/205) اور آل عمران 3/154 صفحہ 296 جلد اوّل) اور (نور 24/11 صفحہ 366 جلد 3) اور اب لازم ہے کہ قریشی مسلمانوں کو، قریشی حکومتوں اور حکمرانوں کو اور اُن کے قائم کردہ مذہب کے تمام پیروؤں کو دنیا میں دردناک عذاب دے کر قیامت قائم ہو اور پھر جہنم میں ابدالآباد دردناک عذاب میں مبتلا رہیں۔ یہ وعدہ بھی قریشی تفہیم سے غلط نکل چکا ہے۔ اور سنیئے:

(10) قریش کو دُنیا میں عذاب کا ایک اور وعدہ

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○ (سورۃ الرعد 13/34)

مودودی ترجمہ: ''ایسے لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی ہی میں عذاب ہے۔ اور

آخرت کا عذاب اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔کوئی ایسا نہیں جو اُنہیں خدا سے بچانے والا ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 463)

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے اور ہر آیت میں آ رہی ہے کہ دنیا میں قریش ایسی حالت میں عذاب وسزا میں مبتلا کئے جائیں گے جب اُن کی نہ حکومت ہوگی نہ کوئی طرفدار وحمایت کرنے والا ہوگا۔

(ب) احکاماتِ خداوندی پر عمل کرنے والوں کو بھی دُنیا وآخرت دونوں جگہ اُن کی جزا ملنے کا وعدہ اور اعلان کیا گیا ہے

اب قارئین یہ نوٹ کریں گے کہ اللہ کی طرف سے نیک اور دین دار انسانوں کو پہلے دنیا میں جزا ملے گی اور پھر آخرت میں بھی انہیں جزا دی جائے گی۔آج قریشی علما مسلمانوں کو یہ کہہ کر فریب دیتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں اگر کوئی جزا نہ بھی ملے تو یقیناً آخرت میں تمہیں جزا ملے گی۔یعنی وہ مسلمانوں کو اُدھار جزا کے بھروسہ پر رکھ کر دین کو اُدھار بنائے ہوئے ہیں۔حالانکہ اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ:

(اوّل) **قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ، لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؛ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ o** (زمر 39/10)

مودودی ترجمہ: ''اے نبیؐ کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو،اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے اُن کیلئے بھلائی ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے۔صبر کرنیوالوں کو تو اُنکا اجر بے حساب دیا جائے گا۔'' (تفہیم جلد 4 صفحہ 363)

مودودی کی تشریح: '' 30۔ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی۔اُن کی دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی۔'' (تفہیم جلد 4 صفحہ 363)

گو مودودی نے اپنی تشریح میں وہ مقصد بیان کر دیا جو اللہ کا اِس آیت میں (39/10)

مقصد تھا۔ اور جو آیت کے صرف ترجمہ سے واضح ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن علامہ کے ترجمہ میں یہ بات باقی رہ گئی کہ آیا نیکی یا احسان پیشہ لوگوں کو اُنکی نیکی اور احسانات کی جزا اس دنیا میں بھی ملے گی یا نہیں؟ ترجمہ کر چکنے اور دنیا میں جزا کو غائب کر جانے کے بعد علامہ چونکے اور تشریح میں یہ جملہ لکھ کر ترجمہ کی غلطی دور کر دی کہ: ''دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی۔ اُن کی دنیا بھی سُدھرے گی اور آخرت بھی۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 363)

ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ بات ترجمہ میں کیوں نہ لکھی؟ اگر تم تشریح نہ کرتے تو تمہارے پیرو مسلمان تو یہی سمجھتے کہ دنیا میں بھی جزا کا دیا جانا اللہ نے نہیں فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہو گیا کہ ہم یہ دکھائیں کہ مودودی کا ترجمہ غلط ہے۔ علامہ رفیع الدین کا ترجمہ دیکھیں:

<u>رفیع الدین کا ترجمہ</u>: کہہ اَے بندو میرے جو ایمان لائے ہو ڈرو پروردگار اپنے سے، واسطے اُن لوگوں کے کہ نیکی کرتے ہیں بیچ اِس دنیا کے نیکی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ پورا دئے جاویں گے صبر کرنے والے ثواب اپنا بے حساب۔'' (ترجمہ صفحہ 553)

<u>اس آیت (39/10) کے یہ ترجمے اللہ کی ترجمانی اب بھی نہیں کرتے ہیں</u>

قریشی طرزِ ترجمانی اس لئے اختیار کی گئی تھی کہ قریشی پالیسی کی ترجمانی ضرور ہوتی رہے خواہ اللہ کی ترجمانی ہو یا نہ ہو۔ قریشی پالیسی کی ترجمانی کے لئے جہاں اور بہت سے حربے اختیار کئے گئے وہاں سب سے بڑا حربہ یہ تھا کہ عربی زبان کے الفاظ کے عموماً اور قرآنی الفاظ کے خصوصاً معنی تبدیل کئے جائیں۔ الفاظ کو اُن کے غلط محل پر استعمال کیا جائے (نسآء 4/46، مائدہ 5/13) اور نہایت عاقلانہ انداز میں الفاظ کے معنی کو غلط معنی میں بکھیر کر اُن کا استقلال مٹا دیا جائے (بقرہ 2/75) اس حربے پر عہدِ رسوؐل ہی میں قریش نے بھرپور عمل کیا اور اسی کی شکایت رسوؐل اللہ نے اللہ سے کی تھی اور پورے قرآن

کے متغیر ہو جانے کو اللہ نے قرآن میں ریکارڈ کر دیا تھا (فرقان 25/30) یہاں یہ تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس زیرِ گفتگو آیت (39/10) میں لفظ ''وَ اتَّقُوْا '' آیا ہے جس کا مادہ اور بنیاد ''و۔ق۔ی'' ہے اور اُسکا مصدر '' وِقَـا یَةً '' ہے۔ اور اسکے اوّلین و بنیادی معنی ہیں ''کسی چیز کو بُرے اثرات یا نتائج سے بچانا یا محفوظ رکھنا'' اور اسی مصدر سے لفظ ''تَـقْـوٰی'' اور ''مُتَّـقِـی'' وغیرہ بنتے ہیں۔ اور اسی مصدر سے واحد ماضی مذکر غائب ''وَقٰی'' ہے۔ یعنی؛

1: وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ o فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکَ... (دخان 44/56-57)

مودودی: ''اور اللہ اپنے فضل سے اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا دیگا۔''

(دخان 44/56-57 تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 573) جحیم کے غلط معنی کئے ہیں۔

2: فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا ......الخ (مومن 40/45)

مودودی: ''آخر کار اُن لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اُس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے اُن سب سے اُس کو بچا لیا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 412)

معلوم ہوا کہ اس مادہ (و۔ق۔ی) اور مصدر (وقایة) کے معنی نقصان یا خطرہ سے بچنا یا بچانا ہیں۔ اور یہ تمام عربی دانوں کے مسلمات میں سے ہے کہ عربی زبان کے مصدری معنی ہر اُس لفظ میں برقرار رہتے ہیں جو اُس مصدر سے نکلے یا بنتا ہو۔ اب مودودی کو اس اصول اور قاعدے کے مطابق ترجمہ کرتے ہوئے دیکھ لیں:

3: وَمَنْ تَـاَخَّـرَ فَلَا اِثْـمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی وَ اتَّقُوا الـلّٰـهَ وَ اعْـلَـمُوْا اَنَّکُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ o (بقرہ 2/203)

لفظ ''اِتَّقٰی'' اور ''اِتَّقُوْا'' کا صحیح ترجمہ مودودی

''اور جو کچھ دیر زیادہ ٹھیر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اُس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کئے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے ''بچو'' اور خوب جان رکھو کہ ایک روز اُس

کے حضور میں تمہاری پیشی ہونے والی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 158)

نوٹ کریں کہ یہاں مودودی نے لفظ ''اِتَّقُوْا '' کے معنی ''بچنا'' اور صحیح کئے ہیں۔لیکن یہی لفظ ''اِتَّقُوْا '' زیرگفتگو آیت (39/10) میں آیا تھا تو وہاں اس کے معنی ''ڈرو'' کئے تھے۔ اور مودودی نے اس مصدر سے نکلنے والے الفاظ کے معنی کو بار بار ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کے معنی میں استعمال کر کے اس مصدر کے مصدری معنی کو ہلا کر اور مشکوک کر کے رکھ دیا ہے۔مثال کے طور پر لفظ ''اِتَّقُوْا'' کے معنی ڈرو اور ڈرنا اِن آیات کے ترجموں میں دیکھ لیں (بقرہ 2/24، 2/48، 2/123، وغیرہ) حالانکہ عربی میں ڈرو اور ڈرنا کیلئے لفظ ''خَوْفٌ'' موجود اور قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے۔اور اوّلین وعدہ میں ہم نے لکھا ہے یعنی: فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o (2/38)۔ لہٰذا قریشی پالیسی ہرطرح اور بار بار ثابت ہوتی چلی جائے گی۔ کہ ''قرآن کے معنی بدلو اور اپنا اُلو سیدھا کرو۔''

آیت زیر بحث (39/10) کی صحیح ترجمانی یہ ہے کہ:

مودودی نے اور تمام مترجمین نے اپنے ترجموں میں یہ ضرور لکھ دیا کہ ''اپنے رب سے ڈرو'' مگر یہ نہیں بتایا کہ اللہ نے اس آیت میں کس بات سے ڈرنے یا بچنے کا حکم دیا ہے؟ لہٰذا ہمارا صحیح ترجمہ اس کی وجہ بتاتا ہے، سنیئے:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ o (زمر 39/10)

''اے نبیؐ میرے مومن بندوں سے کہہ دو کہ وہ اُن لوگوں کے متعلق غلط تصورات رکھنے میں اپنے پروردگار سے بچ کر رہیں جنہوں نے احسان پر عملدرآمد رکھا ہوا ہے۔ اُن کے لئے تو (فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ) اس دنیا میں بھی اچھائیاں ہیں اور اللہ کی زمین تو اُن کی اچھائیوں کی بنا پر وسیع ہے۔اور مجسم و مکمل صبر اور صابروں کو اُن کا اجر بے حساب و لامحدود ملے گا۔''

معلوم ہوا کہ تمام ایماندار بندوں کو مذکورہ حضرات کے متعلق منہ بند رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آیت (39/10) سے یہ بات طے ہوگئی کہ اِس دنیا میں بھی مومنین کو اُن کا اجر ملنا چاہیئے اور مومنین کے اس حق پر مودودی متفق ہیں۔مگر سابقہ تمام بیانات بتاتے ہیں کہ ظالم و جابر لوگ ظلم وستم کر کے مرتے رہے۔اور مومنین ظلم وستم سہتے اور صبر کرتے اور نوع انسان پر احسان کرتے کرتے مر گئے۔نہ ظالموں کو سزا ملی نہ نیکو کاروں کو جزا ملی۔اور نہ قریشی مذہب اور قرآن کی تفہیم میں کوئی ایسی گنجائش ملی جس سے مندرجہ بالا خدائی وعدوں کا اس دنیا میں پورا ہونا معلوم ہوتا۔

(دوم) <u>اللہ نے اُن لوگوں کو پسند فرمایا ہے جو دنیا اور آخرۃ دونوں جگہ اپنا اجر اور اپنی بھلائیاں مانگتے رہے اور صرف دنیا طلبوں کو ناپسند و محروم کیا ہے</u>

تمام مومنین اس کا یقین رکھتے تھے کہ اُنہیں دنیا میں بھی بہترین زندگی بسر کرنے کو ملے گی اور اُن کی آخرت بھی شاندار ہوگی۔اور انہوں نے اپنے اسی یقین کی بنا پر اللہ سے یہ چاہا کہ اُنہیں اُن کی اسلامی زندگی کا نتیجہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہتر سے بہتر ملے۔

<u>دنیا طلب لوگ اور دنیا وآخرت طلب لوگ</u>

اللہ نے دونوں قسم کے لوگوں کا ایک ہی جگہ مسلسل یوں ذکر فرمایا ہے کہ:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ٥ (بقرہ 2/200)

(1) <u>مودودی کیا سمجھے</u>: ”(مگر اللہ کو یاد کرنے والے لوگوں میں بھی بہت فرق ہے) اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا ہی میں سب کچھ دیدے۔ ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“ (تفہیم جلد اوّل صفحہ 157)

(2) <u>مودودی نے مان لیا کہ</u>:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

النَّارِo اُولٰٓئِکَ لَھُمۡ نَصِیۡبٌ مِّمَّا کَسَبُوۡا وَاللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَا بِ o

(بقرہ 2/201-202)

''اور اُن میں سے کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیگے اور اللہ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی۔''

(تفہیم اوّل صفحہ 158) اور سنیئے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ:

وَاکۡتُبۡ لَنَا فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ اِنَّا ھُدۡنَآ اِلَیۡکَ.. (7/156)

(3) <u>مودودی ترجمہ</u>: ''اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دیجئے اور آخرت کی بھی، ہم نے آپ کی طرف رجوع کرلیا۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 84)

(سوم) <u>**احسان پیشہ حضرات (39/10) کا دوبارہ تذکرہ ہوا ہے اُن کے لئے دوبارہ دونوں جہانوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے**</u>

یہ تذکرہ اوراس پر بحث وتنقید پہلے ہوچکی ہے (عنوان ب کی ابتدا) کہ احسان پیشہ حضرات کے لئے دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر بھلائی ہی بھلائی ہے انہیں کسی بُری بات کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اب پھر اُن کا تذکرہ یوں ہوا ہے کہ:

وَ قِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا مَاذَآ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ قَالُوۡا خَیۡرًا لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ وَ لَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ وَ لَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِیۡنَo (نحل 16/30)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''اور دوسری طرف جب خداترس لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ''بہترین چیز اُتری ہے۔'' اسطرح کے نیکوکار لوگوں کیلئے اِس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی اُنکے حق میں بہتر ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 537)

یہاں تک قرآن سے یہ ثابت ہو گیا کہ دینِ خداوندی پر عمل کرنے والے متقی اور پارسا مومنین کیلئے اس دنیا میں صرف بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں انہیں بُری بات کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اُنہیں کسی خوف ورنج وملال سے سابقہ نہ پڑے گا۔ اِن متعدد وعدوں کے باوجود ہمیں تو اس قدر بتادیں کہ کیا یہ وعدے علیؑ واولادِ رسولؐ اور آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیھم کے حق میں پورے ہوئے تھے؟ کیا کوئی ایسی بُری چیز یا مصیبت یا خوف ورنج ایسا باقی رہ گیا تھا جو ساری زندگی اُنکے اوپر نہ گزرا ہو؟ پھر وہی سوال کھڑا رہ جاتا ہے کہ قریشی مذہب میں قریش کی تفہیمِ قرآن میں مندرجہ بالا وعدوں کے پورا کئے جانے کی کیا صورت ہے؟

12۔ اسلامی زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمام کائنات کی تسخیر اور کامیاب وخوش حال زندگی ہونا چاہیئے نہ کہ ناکامی ومغموم زندگی؟

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی ضابطۂ حیات پر سو فیصد عمل کرنے سے انسانی زندگی کو لامحدود ترقی اور لامحدود حیات ملنا چاہیئے۔ ساری کائنات کو ایک سو فیصد مسلم سے ہر حال میں تعاون کرنا لازم ہے۔ اس کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ہٹتے چلے جانا چاہیئے۔ اُسے ہر متصادم قوت پر غالب آنا چاہیئے اور دنیا میں ہرنا کامی اور شکست کا سبب اسلامی قوانین اور ضوابط سے انحراف ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد بیمار ہوتا ہے یا مرتا ہے تو ماننا پڑے گا اُس بیمار یا مرنے والے شخص نے سلامتی کے قانون یا قوانین کی خلاف ورزی کی ہے یا کچھ دوسرے لوگوں کی خلاف ورزیوں سے متاثر ہو کر بیمار ہوا یا مرا ہے۔ یہ سلامت رکھنے والا ضابطہ یعنی اسلام جن حضرات صلوٰۃ اللہ علیھم کی معرفت ہمیں ملا ہے وہ اس کائنات پر غالب اور اس کے عالم تھے۔ ہوائیں فضائیں موت اور زندگی اُن کے روبرو مسخر تھی۔ اور تمام انسانوں کیلئے یہ سہولت حاصل رہی ہے کہ وہ انبیا و رسل و آئمہ علیھم السلام سے سلامتی کے قوانین سیکھیں اور اُن پر عمل کریں اور موت وبیماری اور ہر دِقت پر قابو حاصل کرلیں، اسی بنا پر قرآن اعلان کرتا ہے کہ:

(1) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا..........(لقمٰن 21-31/20)

’’کیاتم لوگ اس حقیقت کوآنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہو کہ اللہ نے وہ تمام چیزیں تمہارے لئے مسخر کردی ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کہیں بھی ہوں۔اوراُس نے اپنی تمام کھلی ہوئی اور پوشیدہ نعمتیں تم پر عام کردی ہیں۔ایسی کرم فرمائی کے باوجودان لوگوں میں سے ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کے پاس نہ تو کائناتی معلومات کے لئے کوئی روشنی دینے والی کتاب ہی ہے۔نہ وہ اللہ کی طرف سے علم وہدایت یافتہ ہے۔اوراُس کے اثر سے اُس قوم کا حال یہ ہوگیا ہے کہ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم کائناتی استفادہ اورتسخیر کے لئے اللہ کے نازل کردہ علوم وقوانین کی پیروی کروتو وہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اُن ہی ہدایات وقوانین کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباواجدادکوعمل کرتے دیکھا ہے۔‘‘

اِن آیات سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ عہد رسوؐل کے لوگوں نے یعنی مثلاً رسوؐل اللہ کی قوم نے اگرقوانینِ خداوندی یعنی قرآنی تعلیم کی پیروی کی ہوتی تو آج تسخیر کائنات کی تعلیم وقوانین ضرور ہم تک پہنچے ہوتے۔لیکن قریش میں سے کسی کا تسخیر پر حاوی اور فائز نہ ہونا بتاتا ہے کہ قریشی مومنین نے اسلام اور رسوؐل اور قرآن کی نہیں بلکہ اپنے آباواجداد کی پیروی جاری رکھی اس لئے آج وہ قوانینِ کائنات سے جاہل اور دیگر اقوام کے محتاج ہیں۔ساتھ ہی یہ معلوم ہوگیا کہ قرآن اوراسلام کی تعلیم سے دُور رہ کراورآلِ رسوؐل اوردیگر انسانوں پر مظالم کرنے کے باوجود وہ یہاں صدیوں تک غالب رہے۔اُن کو دنیا میں کوئی عذاب وسزا نہ ملی۔حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جوقوانینِ الٰہی کا زیادہ عالم ہواورسوفیصداُن قوانین پرعمل پیرا ہوغلبہ اورکامیابی وخوشحالی اُسی کے حصہ میں آنا چاہیئے۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ایسا

ہوا نہیں اور وہ حضرات صلوٰۃ اللہ علیہم جو اس کائنات میں علوم الٰہیّہ کے سب سے زیادہ اور انتہائی عالم تھے اور سو فیصد اسلام پر عامل تھے وہ ناکام ومغلوب اور خستہ اور دل شکن حالت میں زندگی بسر کرتے اور قتل ہوتے رہے۔ حالانکہ اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ:

(2) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَ مَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ o(النور 24/55)

’’اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے ہوں اور نیک اعمال کئے ہوں کہ وہ اُن کو اُسی طرح زمین پر خلیفہ بنا دے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے۔ اور اُن کے لئے اُن کے دین کو غلبہ عطا کرے گا جسے اللہ نے اُن کے لئے پسند کیا ہے۔ اور اُن کو حالتِ خوف و ہراس سے نکال کر بدلے میں امن ومسرت عطا کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے کسی کو میری اطاعت و بندگی میں شریک نہ کریں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی حقیقتِ حال کو چھپائے گا تو وہ فاسق ہوگا۔‘‘

سوچیئے کہ یہ وعدہ کہاں اور کب پورا ہوا؟ عہد رسوؐل میں تو خود رسوؐل اللہ خلیفۂ خداوندی تھے اور اُن کے انتقال کے وقت امن وامان تھا، کوئی خطرہ اور خوف نہ تھا۔ اُن کے انتقال کے بعد ایک قلیل سی مومن جماعت کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا گیا اور یہ جماعت برابر خوف و ہراس میں مبتلا رہی، اُن کا قتلِ عام کیا گیا، سات سو سال تک برابر انہیں قتل و غارت اور لوٹ مار کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آج تک کبھی اُن کے دین کو نہ اس دنیا میں تمکن ملا نہ اُن کا خوف امن وچین میں بدلا، نہ انہیں خلافت وحکومت واقتدار نصیب ہوا۔ لہٰذا اللہ کا یہ وعدہ عہدِ رسوؐل کے مومنین کے حق میں پورا ہونے کا اعلان تھا ’’اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ‘‘ سے وعدہ کیا گیا تھا اور عہد رسوؐل کے سب مومنین انتقال کر چکے صدیاں گزر گئیں۔ اور اس وعدہ

کو اسی دنیا میں اسی زمین پر پورا ہونا ہے، مگر کیسے؟ کون سی آیت سے؟

(3) فرمایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کو ہرگز خوف ورنج وملال سے سابقہ نہ پڑے گا انہیں دنیا میں اور آخرت میں محض خوشخبریاں ملیں گی

اللہ نے با قاعدہ اعلان کیا ہوا ہے کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o (یونس 62 تا 10/65)

''خبر دار ہو کر سنو کہ جو لوگ اللہ کے اولیآء ہیں، جو ایمان لائے ہیں اور جو تقوٰی پر کاربند ہیں اُن کیلئے کسی خوف ورنج کا موقع نہ آئے گا۔ دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں اُن کیلئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں، اللہ کے فرمان بدل نہیں سکتے وہی بڑی کامیابی ہے۔ اَے نبیؐ جو کچھ یہ کہتے ہیں اُن سے تمہیں رنج وملال نہ ہونا چاہیئے اسلیئے کہ عزت تو ساری کی ساری اللہ کیلئے ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اہل کربلا اور تمام آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم اولیاء اللہ تھے یا نہیں؟ مومن تھے یا نہیں؟ متقی تھے یا نہیں؟ تمام مسلمان انہیں تمام اولیاء اللہ کا بھی اولیا مانتے ہیں۔ مگر اللہ کا وعدہ کیوں پورا نہ ہوا؟ وہ خوف وہراس ومظالم سے کیوں دو چار ہوئے باوجودیکہ اللہ کے کلمات اور قوانین میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ سوالات ہیں جنکا صحیح جواب اُن علما سے نہ بن پڑا ہے نہ بن سکتا ہے جنہوں نے صاحبانِ قرآن صلوٰۃ اللہ علیہم کی راہنمائی کو خیر باد کہا اور خود راہنما بن بیٹھے۔ آیت اللہ اور حجۃ اللہ بن گئے۔

(4) دنیا میں کامیاب اور خوشحال زندگی بسر کرنے کا قانون اور ناکامی اور بدحالی میں مبتلا رکھنے والی بنیادی چیزیں

فرمایا یہ گیا تھا کہ: لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ o وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ......الخ (مائدہ 5/65-66)

''اگر یہ اہل کتاب محمدؐ پر ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کر لیتے تو ہم اُن کی سابقہ اور موجودہ برائیاں چھپا دیتے۔اور اُن کو نعمتیں فراہم کرنے والی جنتوں میں داخل کر دیتے۔اور اگر اُنہوں نے توریت و انجیل اور اُن دوسری کتب ہائے خداوندی کو بطورِ ضابطہ حیات قائم کر لیا ہوتا جو اُن کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔تو اُن کے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔''

اس آیت سے یہ قانون سامنے آتا ہے کہ اُن لوگوں کو دنیا میں اُن سب چیزوں کی فراوانی حاصل رہا کرتی ہے جو ہدایاتِ خداوندی کی روشنی میں زندگی گزاریں۔لیکن آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اور اُن کے پیروؤں نے نہ صرف یہ کہ تمام کتبہائے خداوندی پر سو فیصد عمل کیا بلکہ اُن کو تمام دقتیں اور تمام مصیبتیں پیش ہی اس لئے آئیں کہ اُنہوں نے کسی حال میں اسلام کے قوانین کے خلاف جانا پسند ہی نہ کیا اور مسلسل بلا ناغہ وہ صورتِ حال پیش آئی جس کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى o (طٰہٰ 20/124)

''اور جو کوئی میرے ذکر سے رُوگردانی کرے گا اُس پر دنیا میں زندگی دوبھر ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے۔''

13۔ اللہ کا ہر وعدہ اُس کے قوانین سے ہم آہنگ رہتے ہوئے پورا ہونا حکمت وقدرت وعلمِ خداوندی کا مظہر ہے۔اُس کا ہر وعدہ پورا ہونا لازم ہے

یہ بات ہر شخص کو ماننا چاہیئے کہ اللہ ورسولؐ کا کوئی کام یا وعدہ ہمارے کاموں اور وعدوں کی طرح نہیں ہوسکتا۔اسلیئے کہ ہم خواہ وعدہ کریں یا کوئی کام کریں اپنے محدود علم یا محدود تجربوں کے ماتحت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔اور جس طرح ہم بعض کاموں کو کرنے کے بعد پچھتاتے ہیں اِسی طرح اپنے بعض وعدوں کو پورا کرنے میں ہم دقتوں اور نقصانات سے دوچار ہو جاتے ہیں۔وہ پچھتانا اور یہ دقت ونقصان اسلیئے ہوتا ہے کہ ہمیں کل کی خبر نہیں ہوتی۔ہم اُن تمام حالات اور متعلقات پر مطلع نہیں ہوتے اور نہ ہمیں اپنی ہر چیز پر قدرت اور دسترس ہوتی ہے۔ہم تخمینی صورتِ حال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔لیکن ہمارا فیصلہ اُن فطری قوانین کو بے اثر یا معطل نہیں کرسکتا جو ہمارے کام یا وعدے کے دوران برسرکار رہتے ہیں۔ہم خود یا متعلقہ فرد یا افراد بیمار ہوسکتے ہیں،مر سکتے ہیں،بھول بھی ہم سے سرزد ہوسکتی ہے۔جن چیزوں یا اشخاص کے بھروسہ پر ہمارا کام یا وعدہ منحصر ہوتا ہے وہ دھوکا دے سکتے ہیں۔وہ بھی ہماری طرح بیمار ہو سکتے ہیں۔الغرض ہمارا محدود علم،محدود قدرت اور محدود وسائل ہماری راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔اسی لئے ہم سے کہا گیا ہے کہ:

لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا o اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّھْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا رَشَدًاo

(الکھف 18/23-24)

''تم کسی چیز کے لئے یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کردوں گا۔سوائے اس کے کہ اگر اللہ نے چاہا۔اگر تم بھول جاؤ تو اپنے پروردگار کو یاد کرو اور کہو کہ مجھے اُمید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں صحیح صورتِ حال کے قریب میری راہنمائی فرمادے گا۔''

اسی وجہ سے ہم ہر کام کے ذکر یا وعدے سے پہلے اِنْشَآءَ اللّٰہُ کہا کرتے ہیں۔اِنْشَآءَ

اللّٰهُ یا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کے معنی ہیں کہ " اگر اللہ کی مَشِیَّت شاملِ حالات رہی" یعنی اللہ کی مَشِیَّۃ کے معنی ہیں "اللہ کا ہمہ گیر اور مستقل قانون" جو کسی کی رعایت نہیں کرتا بلکہ ہمیں چاہیئے کہ خود کو اور اپنے کردار کو مشیّت سے ہم آہنگ رکھیں۔ یا اللہ کے دوسرے قوانین پر عمل کر کے مشیت کی زد سے بچیں۔ مشیت یہ ہے کہ آگ جلانے میں کسی کی رعایت نہیں کرتی لہٰذا آگ سے ہوشیار رہیں۔ کپڑوں کو سمیٹ کر رکھیں۔ ورنہ آگ جلا ڈالنے میں تکلف نہ کرے گی۔ جب تک اللہ خود اپنی مشیّت کو بدل نہ دے۔ یعنی آگ سے کہہ دے کہ جلانے کے بجائے سلامتی کا انتظام کرے (ٹھنڈی ہو جا اور سلام کر)۔ (الانبیآءؑ 21/69)

اس گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آجانا چاہیئے کہ اللہ جو وعدہ کرے گا اُس کا اور اُس وعدہ کی تکمیل کا ہر پہلو اللہ کے سامنے ہوگا۔ اور اُس نے اُس وعدے کے پورا ہونے کے لئے جو جو صورتیں اپنے سامنے رکھی یا بیان کی ہیں اُن سب کو ملحوظ رکھ کر وعدہ وفا کرے گا۔ اگر وعدہ کے پورا ہونے کی مدت اُس نے بیان کر دی ہے تو ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ اُس کی بیان کردہ مدت گزر جائے اور وعدہ پورا نہ ہو۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے وعدوں کے متعلق سوالات کرنے والوں کا اور اپنے وعدوں کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ:

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ o (سبا 30-34/29)

"قریش تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ خاص وعدہ کب پورا ہوگا؟ یہ ٹھیک ٹھیک بتادو اگر تم سچے ہو؟ اُن کو بتاؤ کہ تمہارے لئے ایک ایسے دن تک میعاد مقرر ہے جس میعاد میں سے تم نہ ایک گھڑی بھر دیر کر سکتے ہو نہ جلدی کر سکتے ہو۔" اور فرمایا کہ:

(الف) <u>اللہ کے ہر وعدہ کی ایک مناسب مدت یا معیاد مقرر ہے جو کم وبیش نہ ہوگی</u>

... وَعْدَ اللّٰهِ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ o "اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدہ کی میعاد کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔" (الزمر 39/20)

اورسنیئے:...... وَ لَا یَزَالُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا تُصِیۡبُہُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَۃٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِیۡبًا مِّنۡ دَارِہِمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ o(رعد 13/31)

''اور جن لوگوں نے حق کو چھپانے پرعمل کیا اُن پر اُنکے ایجاد کردہ مذہب کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت آتی ہی رہے گی۔یا اُنکے گھروں پر لوٹ مار کرنے والے دستک دیں گے یہاں تک کہ اللہ کے وعدے کا دن آجائے۔اور اللہ اپنے وعدہ کی میعاد کے خلاف نہیں کرتا۔''

(ب) اللہ کے وعدوں کی تصدیق میں ہمارا پہلا جواب

قریشی طرزِ تفہیم وتفسیر سے تو یہ حقیقت بار بار ثابت ہوگئی کہ انہوں نے قرآن کے ہر وعدہ اور ہر بیان کی تکذیب کی ہے۔لیکن ہمارا منصب یہ ہے کہ قریش کے بیانات اور دلائل کو فریب ثابت کر کے حقائقِ قرآنی سامنے لائے جائیں اور قریش کا پیدا کیا ہوا ماحول انسانوں کے ذہن سے صاف کیا جائے۔لہٰذا مندرجہ بالا اللہ کے تین بیانات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کے وعدوں پر اعتراض اُسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب ایک ایسا وعدہ یا کئی ایک وعدے پیش کئے جائیں جن کی وہ میعاد گزر گئی تھی۔اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کا کیا ہوا کوئی وعدہ ایسا نہ ملے گا۔البتہ ایک ایسا شُبہ یا سوال بار بار سامنے آئے گا جو قریشی طرزِ تفہیم کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور جسے ہم نے بھی بار بار سامنے رکھا ہے یعنی:

(1) ''وعدہ دُنیا کی زندگی میں پورا ہونا تھا۔لیکن لوگ مر گئے اور وعدہ پورا نہ ہوا۔'' یا:

(2) ''وعدہ خوشحالی کی زندگی کا تھا اور زندگی مصائب میں گزری۔''

اس دودھاروں والے شبہ کا ایک سادہ مگر گھبرا دینے والا جواب یہ ہے کہ:''اللہ نے اپنے کسی وعدہ میں ''اسی زندگی'' کو بطورِ ''میعاد'' نہیں فرمایا۔بلکہ ''دُنیا کی زندگی'' فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ'' اسی زمین پر اور اسی دُنیا کی زندگی خوشحالی وکامیابی اور غلبہ کی حالت میں گزرے۔'' اور بس۔

(ج) ابلیس اور ابلیس کے دونوں گروہ اللہ کے وعدوں میں ملحوظ رکھے گئے ہیں، اعتراضات میں اُن کا وجوداور مساعی نظرانداز کردیئے گئے ہیں

مندرجہ بالا اللہ کے وعدوں میں اور ہمارے قائم کردہ اعتراضوں میں اُن قوتوں کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے جو انسانوں کے مقابلہ میں برابر کا اختیار وقدرت رکھتے ہوئے برسرِ مخالفت اور تصادم رہتے چلے آنے والے تھے۔اور جن کی اطلاع حضرت آدم علیہ السلام کو رخصت کرنے اور زمین پر بھیجنے سے پہلے ہی دے دی گئی تھی اور فرمایا تھا کہ:

......وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ o (بقرہ 2/36)

''ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب اس مقام سے نیچے اُتر جاؤ،تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک خاص وقت تک تمہیں زمین پر ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے۔''

نوعِ انسان کے دشمنوں کی دشمنی اور نفع اندوزی روزِ اوّل سے جاری رہتی چلی آئی ہے اور ایک خاص وقت (اِلٰـی حِیْنٍ) تک جاری رہے گی۔دشمنوں کا متصادم محاذ بھی اللہ کے عام قانون (مشیّۃ) پر عمل کر کے نوع انسان کے پروگراموں کو اور اُن کی کوششوں کے نتائج کو اُلٹنے کی کوشش کرتا ہے۔اِس محاذ کے سربراہ نے روزِ اوّل ہی چیلنج کیا تھا کہ:

''میں انسانوں میں سے، تیرے بندوں کی مناسب اور ضروری تعداد کو اپنے مشن میں شامل کرلوں گا اور پھر باقی انسانوں کو گمراہ کروں گا۔اُن میں پسندیدہ اُمیدیں اور تمنائیں بھر دوں گا اور اُن امیدوں اور تمناؤں کو پورا کرانے کے لئے نعمتوں کے دروازے کھول دوں گا۔اور اُن کی راہنمائی کروں گا تا کہ اللہ کی تخلیقات میں فطری وقانونی تبدیلیاں کر کے اپنے لئے مفید وموزوں بناتے رہیں۔'' (النّسآء 119-4/118)

(د) **تمام انبیاً عموماً اور محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ خصوصاً انسانوں کی راہنمائی اور ابلیس سے اور ابلیسی گروہ سے حفاظت کے ذمہ دار تھے اور مرضیٔ الٰہی پر کاربند رہے**

اللہ کے وعدوں میں یہ صورتِ حال بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ ابلیس اور ابلیس کا گروہ اللہ کی مرضی کے خلاف ہر مکر وفریب اور جائز وناجائز راہ اختیار کرتا رہا اور گروہِ انبیاوآئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم نے کبھی کسی حالت میں اللہ کے احکام اور اُس کی خوشنودی کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔ اس لئے کہ اُنہیں اللہ کے وعدوں پر سو فیصد یقین تھا۔ اور اس یقین کی بنا پر اُن کا قول اور عمل یہ تھا کہ:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ o رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ o (آل عمران 9-3/8)

''اَے ہمارے پروردگار ہماری راہنمائی کرچکنے کے بعد ہمارے دلوں میں کوئی ذاتی منصوبہ پیدا نہ ہونے دینا۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمۃ کو مستقلاً ھبہ کردینا۔ تُو تو یقیناً ھبہ کرنے پر مختار ہے۔ اَے ہمارے پروردگار تُو تو بلا شبہ متعلقہ تمام لوگوں کو ایک ایسے دن جمع کرنیوالا ہے ہی جس دن میں کوئی شش و پنج اور گنجلک نہیں ہے۔ یقیناً اللہ اپنی مقرر کردہ میعاد کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔''

(ہ) **ہادیانِ دین اور اُن کے پسندیدہ لوگ اصلاح حال کے لئے موقع پر موقع دیتے اور اپنے حقوق نظر انداز کرتے رہے اور ابلیسی گروہ فائدہ اُٹھاتا رہا**

مندرجہ بالا دُعا کے مطابق اور لوگوں کو جمع کئے جانے کے یقین پر ذمہ دارانِ ہدایتِ انسانی نے اتمام حجت کیلئے نوع انسان کو برابر مواقع دینے اور اپنے حقوق اُٹھا رکھنے کا پروگرام جاری رکھا تاکہ جب بھی متعلقہ لوگوں کو جمع کیا جائے تو غلط کاروں کے پاس کوئی ایسا عذر نہ رہ جائے جسکی وجہ سے انہیں معاف کیا جاسکے۔ اور جو ھادیانِ دین کی محنت وسعی اور

صبر وتحمل میں خامی ثابت کر سکے۔لہٰذا تمام انبیا ورسل اور آئمہ علیھم السلام اس کوشش میں لگے رہے اور ابلیسی گروہ اُن مواقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا۔دونوں فریق کے اس مستقل عملدر آمد کوملحوظ رکھ کر اللہ کے وعدوں پر غور کرنا لازم ہے ورنہ اللہ کے وعدوں پر شکوک و شبہات کا پیدا ہونا فطری ہے اور اسی فطری صورتِ حال کو بیان کرنا قریش کومنظور نہ تھا۔اس لئے کہ ایسا کرنے سے اُن کا مقصد کھُل جاتا اور باطل پرست لوگ سامنے آجاتے۔یہ ہمارا کام تھا کہ ہم اللہ کے تمام وعدوں اور تعلیمات کو اور انبیا و آئمہ علیھم السلام کی پوزیشن کوحق بجانب ثابت کریں اور قریش کے ڈالے ہوئے فریب کارانہ پردوں کو ہٹا کر حقائق کوسامنے لے آئیں۔

14۔ <u>اعمال وخیال وتمنا اور اُمیدوں کا سلسلہ مکمل ہوئے بغیر جزا یا سزا دے دینا اللہ کے علم وحکمت میں اور عقلی طور پر بھی غلط ہے</u>

اِس عنوان کو یا اللہ کے جزا وسزا دینے کے طریقہ کو سمجھنا مشکل نہیں ہے۔ابلیس کے مندرجہ بالا چیلنج (عنوان ج) میں یہ کہا گیا تھا کہ:

''وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ'' ''میں اُنہیں تمناؤں میں اُلجھاؤں گا۔''

یعنی شیطان کے گمراہ کرنے والے حربوں میں سے سب سے بڑا حربہ لوگوں کے قلوب میں تمنائیں اور آرزوئیں پیدا کرنا ہے۔تاکہ اُن تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے لوگ اُن ہدایات پر عمل کریں جن سے وہ تمنائیں جلد سے جلد اور سہولت سے پوری ہو سکیں۔تمنا ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔حالات اور تجربوں کی بنا پر بھی پیدا ہوتی ہے۔شیطان کا کام ابتدا میں صرف اتنا سا ہے کہ وہ لوگوں کوعمدہ،مفید اور حَسین حالات کی طرف متوجہ کرتا رہے۔اور لوگ اُن مفید وعمدہ اور حَسین حالات کی طرف متوجہ ہوکر اپنے بُرے مُضر اور ناپسندیدہ حالات سے بہتر سمجھ کر اپنے لئے اُن حالات کو حاصل کرنے کی تمنا کرنے لگیں تو لوگوں کو اُن کی تمنا اور اُن کے موجودہ حالات کے تناسب سے وہ طریقے

سُجھاتا ہے جن پر وہ آسانی سے عمل کرسکیں اور اُن طریقوں کو مشکل سمجھ کر چھوڑ سکیں جو دینی پابندیوں کی بناپر مشکل اور دیر طلب اور اُدھار معلوم ہوتے ہوں۔

یہ کام ہے ابلیس کا۔ اور وہ یہ کام بِلا استثنا ہر انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ یہاں سے تین طرح کے انسان سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ جو ہدایاتِ خدا اور رسوؐل پر سختی سے کار بند رہتے ہیں اور دلوں میں پیدا ہونے والے ابلیسی طریقوں پر عمل نہیں کرتے۔ دوسرے وہ جو اپنے دلوں میں پیدا ہونے والی ہر تمنا کو پورا کرنے میں بلا تکلف مصروف ہو جاتے ہیں۔ تیسرے وہ جو اللہ و رسوؐل کے احکامات کو اپنی تمنا پر فٹ کر لینے کی راہیں نکال کر مذکورہ تمنا کو پروان چڑھانے میں لگ جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ متقی کہلاتے ہیں اس لئے کہ اللہ اور رسوؐل کے احکام کی خلاف ورزی سے بچنا ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ فاسق یا بے مہار یا لاقانون کہلاتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ حق پوش یا مجتہد کہلاتے ہیں۔

(الف) تمنا کی وسعتوں کو ملحوظ رکھے بغیر جزا یا سزا دینا کیوں غلط ہے؟ اور تمنا کی وسعتوں کے کیا معنی ہیں، مثالوں سے سمجھئے

پہلی مثال: ہر مجرم ہر جرم کسی نہ کسی تمنا کے ماتحت کرتا ہے۔ مثلاً ہمیں خبر ملتی ہے یا پولیس میں رپورٹ لکھائی جاتی ہے کہ فلاں شخص کے گھر میں ایک شخص رات کو گھس آیا اور اہل خانہ کے بیدار ہو جانے پر اس شخص نے گولی چلا دی اور اہل خانہ میں سے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مرنے والے شخص کے بھائی نے بندوق لا کر اُس قاتل کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد پولیس کیا کرے گی؟ عدالت میں کیا ہوگا؟ اس پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ مگر فوری سوال یہ ہوگا کہ وہ شخص اُس گھر میں کیوں گھسا تھا؟ اگر اسے صرف اس گھر کا ایک یا چند آدمی مارنا تھے تو رات میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ دن دھاڑے آتا۔ دستک دے کر کسی کو باہر بلاتا اور گولی چلا کر آنے والے کو مار ڈالتا اور پھر گھر میں جا کر اطمینان سے اوروں کو مار ڈالتا۔ وہ لوگوں کے سو جانے کا منتظر کیوں

رہا؟ اگر وہ زندہ رہتا اور سچ بولتا تو وہ اِن سوالات کے صحیح جواب دے سکتا تھا۔ اُس کے مرجانے نے اِن تمام سوالات پر پردہ ڈال دیا۔ یہی نہیں بلکہ یہ حقیقت بھی اُس کے ساتھ مرگئی کہ اگر اہل خانہ بیدار نہ ہو گئے ہوتے تو وہ کیا کرتا؟ اور اگر گھر میں بندوق نہ ہوتی تو وہ بیدار ہو جانے والوں کے ساتھ کیا کرتا؟ مثلاً سب کو ایک کمرہ میں بند کر کے گھر کا مال واسباب لے کر چل دیتا؟ مختصر الفاظ میں یہ کہنے دیجیئے کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اُس کا مقصد یا تمنا کیا تھی؟ اگر وہ اہل خانہ خاموش لیٹے رہتے اور اپنا جاگ جانا ظاہر نہ کرتے یا اُس کے سامنے کانپنے لگتے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے تو اُس کے ممکنہ اقدامات اور مقصد کا پتہ لگنا ممکن تھا۔ وہ لوگ ایسا ضرور کرتے اگر اُنہیں یہ علم ویقین ہوتا کہ وہ شخص آخر کار اُن کی گرفت سے نہ نکل سکے گا اور یہ کہ اُن کا کوئی مالی یا جانی نقصان نہ کر سکے گا۔ لہٰذا اُنہوں نے اُسے مار کر نہ صرف اپنی ایک جان کا نقصان کیا بلکہ بہت سے حقائق کو روشنی میں آنے کی راہ بند کر دی۔ یعنی اُسے قتل کی فوری جزا یا سزا دینا نقصان کا باعث ہوا اور اُس کے مقصد یا تمنا کا طویل سلسلہ منقطع ہو گیا۔

<u>دوسری مثال</u>: اگر واقعہ کربلا کے بعد یعنی شہدا کے قتل ہو جانے کے بعد افواج کو وہیں میدان کربلا میں کسی عذاب سے مار دیا جاتا تو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ وہ اہل حرم اور بچوں کو لوٹیں گے۔ <u>2</u>: انہیں قید کر کے شہروں اور گلیوں کا گشت کرائیں گے۔ <u>3</u>: سرہائے شہدا کو نیزوں پر چڑھا کر دربدر لئے پھریں گے۔ <u>4</u>: اور دربار کوفہ وشام میں انہیں سر برہنہ پیش کریں گے۔ <u>5</u>: سال بھر قید رکھیں گے؟ یعنی پہلے قدم پر سزا کا ملنا اُن کی پوری تمنا، اسکیم یا مقصد کو چھپا دیتا۔ اسی طرح؛

<u>تیسری مثال</u>: اگر قریش کو قومی حکومت بنانے سے قوت سے روک دیا ہوتا تو انتقالِ رسولؐ کے بعد قریش کی وہ تمام کاروائیاں چھپ کر رہ جاتیں جو اُنہوں نے قومی

حکومت قائم کرنے کے بعد کربلا تک اور کربلا کے بعد آج تک کیں؟ کروڑوں انسانوں کے قتل سے باز نہ رہنا۔ساری دنیا میں فتنہ وفساد پھیلانا کیسے سامنے آتا؟ مذہب اسلام کے ہر مسئلہ کو بدل کر سینکڑوں فرقے بنادینا کیسے معلوم ہوتا؟

معلوم ہوا کہ اللہ جزااور سزادینے میں وہ غلطیاں نہیں کرسکتا جو ہم سے ہوتی ہیں۔اِس لئے کہ اُسے معلوم ہے کہ انسان اُسکی گرفت سے بچ کر نہیں جاسکتا۔وہ اُنکی تمناؤں،اسکیموں اور مقاصد کو اُس حد تک جانے دیتا ہے جہاں اُن کے دل کی تمام حسرتیں اوراُمیدیں پوری ہوتی ہوں۔یہ مشیتِ خداوندی ہے۔اِس مشیتِ خداوندی میں وہ حضرات روک نہیں بنتے یعنی اپنے صبر وتحمل واحسانات وغیرہ کی جزا حاصل کرنے میں عجلت نہیں کرتے جو مشیتِ خداوندی کے عالم ہوتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ انہیں بھی اُن کی قلبی تمناؤں اور اُمیدوں کو پوری طرح بر سر کار لا کر بہترین جزادے گا۔رہ گیا لوگوں کا یا اُن کا اپنا مر جانا وہ جزا اور سزا میں اس لئے مُخل نہیں ہوسکتا کہ اللہ نیکو کاروں اور بدکاروں کو یا ظالموں اور مظلوموں کو جب چاہے جمع کرسکتا ہے اسی لئے انہوں نے اپنی دُعا میں فرمایا تھا کہ:

رَبَّنَآ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ٥

(آل عمران 9-3/8)

’’اَے ہمارے پالنے والے بلا شبہ تُو تو تمام متعلقہ لوگوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے ہی جس دن کے آنے میں کوئی کنجلک یا شش وپنج نہیں ہے۔یقیناً اللہ اپنی جزا وسزا کے لئے مقرر کردہ میعاد کے خلاف نہیں کرتا۔‘‘

یہ سبب ہے کہ اللہ کی طرف سے نہ غلط اوراَدھوری جزا وسزادی جاتی ہے اور نہ میعاد سے پہلے یا بعد جزا وسزا ملتی ہے۔

15۔ قریش نے قیامت کے تصور کو بدلنے کیلئے اعمال کی جزا اور سزا کو بھی قرآن کے وعدوں اور بیانات کے خلاف ثابت کر دیا

قرآن کریم سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ نیکوکاروں اور بدکاروں کو اُن کی نیکیوں اور بدیوں کی جزا اِس دنیا میں ملنا چاہیئے۔ اور دنیا میں جزا و سزا وہی ملنا تھی جو اسلامی قوانین کی رُو سے کسی نیکی یا بدی کی سزا مقرر ہے۔ مثلاً فرمایا گیا کہ:

وَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نِكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌo (مائدہ 5/38)

مودودی ترجمہ: ''اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔'' (5/38 تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 468-467)

یہ گفتگو ہو چکی کہ نہ معلوم کتنے مجرم بلا اسلامی سزا پائے مر گئے۔ اور اُنہیں اللہ کے وعدوں کے مطابق اسی دُنیا میں سزا ملنا چاہیئے۔ یعنی انہیں اس دنیا میں ہاتھ کاٹے جانے کی تکلیف اُٹھانا چاہیئے اور ہاتھ کٹنے سے جو نقصان ہوتا ہے اُسکو سہنا چاہئے۔ اور جن لوگوں کو چوری سے نقصان اور مالی دقت ہوئی تھی اُنکا نقصان پورا کیا جانا چاہیئے۔ یعنی چور سے چوری کا مال واپس لیکر اُنکو دینا چاہیئے اور اگر وہ چوری کے مال کو خُرد بُرد یا خرچ کر چکا ہو تو چور کو اور چور کے اُن اعزہ کو جو اُسکی تحویل میں ہیں اور اُسکے ورثہ کے حقدار ہیں سب سے جبری محنت یا سرمایہ لے کر وہ نقصان پورا کرنا چاہیئے جو چور نے کیا تھا۔ جب تک ہر مجرم کو اس دنیا میں یہ سزا اور قرآنی سزائیں نہیں دی جاتی ہیں، اللہ کے وعدے پورے نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا نہ ہو۔ رہ گیا قریش کا وہ تصور جو وہ پیش کرتے ہیں وہ اسلئے باطل ہے کہ قیامت کی ذیل میں اللہ نے نہ ہاتھ کاٹے جانے کا ذکر کیا ہے نہ قتل کئے جانے کی بات کی ہے نہ سنگسار کرنے کی۔ وہاں تو صرف جنت اور جہنم کی بات ہے اور کسی

سزا کا ذکر نہیں ہے۔ رہ گیا یہ اُلجھاؤ کہ مجرم تو بلا سزا کے مر چکے ہیں۔ اُسکا وہی حل یا جواب ہے جو قریشی علما دیتے ہیں۔ یعنی قیامت میں از سر نو زندہ کر کے محاسبہ اور سزا و جزا پر عمل ہو گا۔ لہٰذا جو مجرمین بلا سزا مر گئے یا جو لوگ جزا سے محروم رہ کر مر گئے اُنکو بھی دوبارہ زندہ کر کے مذکورہ جزا و سزا دی جائیگی۔ یعنی صرف اُن لوگوں کو زندہ کیا جائیگا جو محروم الجزا یا سزا رہ گئے تھے تا کہ انہیں قانونی سزا اور جزا دیکر برابر کر دیا جائے اور پھر حقوق اللہ کیلئے ساری نوع انسان کے ساتھ اُنکو بھی محشور کیا جائے اور دائمی زندگی، جنت یا جہنم میں، اُنکے استحقاق کے مطابق عطا کر دی جائے گی۔ (تفصیلات قرآن سے آنے والی ہیں انتظار فرمائیں)

(الف) ہر مجرم اور ہر نیک انسان کو لازم ہے کہ اُن کے جرم یا نیکی کے مطابق وہی سزا یا جزا ملے جو اُن کے جرم یا نیکی کیلئے مقرر ہے

اللہ نے قرآن میں یہ حقیقت واضح طور پر اور طرح طرح بیان کر دی ہے کہ نیکی کے بدلے میں وہی نیکی ملے جو نیک شخص نے کی تھی۔ بدی کے بدلے میں وہی بدی پیش آئے جو مجرم نے کی تھی۔ یعنی اگر کسی نے راہِ خدا میں ایک روپیہ خرچ کیا تھا تو اُسے کم از کم وہ ایک روپیہ دُنیا ہی میں ملنا چاہیئے تا کہ وہ سہولت کی زندگی بسر کرے اور مجرم کے ساتھ وہی بُرا سلوک کیا جائے جو اُس نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا تا کہ اُسے وہ تکلیف دنیا ہی میں اُٹھانا پڑے جو اُس نے دوسروں کو پہنچائی تھی۔ ورنہ اللہ کے وعدے پورے نہیں ہوتے۔ اگر اُس نے کسی کو پیر میں رسی باندھ کر لوگوں کے سامنے سڑکوں پر گھسیٹا تھا اور پھر قتل کر دیا تھا تو اُسے بھی پیر میں رسی باندھ کر اُن ہی لوگوں کے سامنے اُسی طرح اور اتنا ہی گھسیٹا جانا چاہیئے جتنا اُس نے گھسیٹا تھا اور پھر اُن ہی لوگوں کے روبرو اُسکو قتل کرنا چاہیئے تو اِدھر انصاف وعدل کے تقاضے پورے ہونگے اور اُدھر اللہ کے وعدے اِس دُنیا میں پورے ہو جائیں گے۔ ورنہ تمام وعدے غلط نکلیں گے۔

(ب) <u>ہر بری بات اور بُرا عمل کرنیوالے کو بطور سزا وجزا وہی بری بات اور وہی برا عمل سہنا پڑیگا اس دنیا میں یہ مسلمہ قانون ہے</u>

جزا اور سزا کا فطری تقاضہ بھی یہی ہے کہ ظالم پر ظلم کیا جائے اور مظلوم کو آسودہ حالی فراہم کی جائے اور اُس کی ہر اُس تکلیف کا نعم البدل اسی دنیا میں فراہم کیا جائے جو اُسے ظالم و جابر لوگوں نے دی تھی یہاں تک کہ اگر کسی مجرم نے اُس کی توہین کی تھی تو اُس کے رُو برو اس کی توہین کی جانی چاہیئے اور اُن سب لوگوں کو دکھا کر توہین ہونا چاہیئے جن کے سامنے مظلوم کی توہین ہوئی تھی۔ جزاوسزا کا یہ اصول قرآن سے سنیئے فرمایا ہے کہ:

<u>جزاوسزا کا اصول</u>: وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا، فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o(الشوریٰ 42/40)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''برائی کا بدلہ ''<u>ویسی ہی برائی ہے</u>'' پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 511)

اِس قانون میں ہمارے مندجہ بالا بیانات کی تصدیق کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر مظلوم ظالم کو بطورِ احسان اور اُسکی آئندہ زندگی سنوارنے کے لئے معاف کر دے تو اُس کا یہ صبر وضبط وتحمل اصلاح کی غرض سے اللہ کو پسند ہے۔ اور اب اس ظالم کو اللہ کی طرف سے وہ بری سزائیں نہ دی جائیں گی جو ہم بیان کرتے رہے ہیں اور اُس نے بطور جرم مظلوم پر روا رکھی تھیں۔ اُدھر معاف کرنے والے کو اصلاح میں حصہ لینے اور صبر کرنے کا اجر و بدلہ اللہ جو چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن جب ظلم ہو چکا اور مظلوم نے ظالم کو معاف نہیں کیا یا ظالم کے پاس اپنی اصلاح کا موقع نہیں رہا یعنی وہ مر گیا تو اُس پر وہ تمام مظالم کیئے جائیں گے جو اُس نے مظلوم پر کیئے تھے۔ اور اُسی ماحول میں اور اُسی انداز و مقدار میں کیئے جائیں گے جس میں ظالم نے کیئے تھے۔

(ج) قانونِ جزاوسزا کی تشریح وتفصیل؟

اِس قانون کی تشریح وتفصیل کے سلسلے میں اللہ نے بہت سے بیانات قرآن میں ریکارڈ فرمائے ہیں۔اُن میں سے چند بیانات دیکھتے چلیں:

(1) مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ o (بقرہ 2/261)

مودودی کا لاشعوری ومجبوری میں صحیح ترجمہ قریشی اسکیم تباہ

''جولوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں،اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے،جیسے ایک دانہ بویا جائے اوراُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو(100) دانے ہوں۔اِسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے،افزونی عطا فرماتا ہے۔وہ فراخ دست بھی ہےاور علیم بھی۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 203-202)

اس آیت اور مودودی کے اس ترجمہ میں جو بات نوٹ کرکے ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ''جو بیج یا دانہ بویا جائیگا اُسی بیج یا دانہ کی تعداد کو بڑھا کر بونیوالے کو دیا جائیگا۔یعنی گیہوں سے گیہوں پیدا ہوکر بڑھیں گے اور واپس بدلے میں ملیں گے۔یہ نہ ہوگا کہ بدلے میں مکانات یا کرسیاں دے دی جائیں یا ہاتھی گھوڑے مل جائیں۔روپے خرچ کئے ہیں تو بڑھا کر روپے ملنا چاہئیں۔کرسیاں وغیرہ راہِ خدا میں دیں تو کرسیاں وغیرہ بڑھا کر ملنا چاہئیں۔یہ پابندی اسلئے ہے کہ اللہ نے کھیتی کی مثال دی ہے اور گندم از گندم برُوید، جو از جو۔یعنی جو کچھ بوؤ گے وہی کچھ کاٹو گے۔اللہ کا معاملہ ہے تو وہی کچھ بہت سا پاؤ گے مطلب یہ ہے کہ اُسکو الفاظ''اَجر وثواب'' کے پردوں میں نہ چھپاؤ گے اور صاف الفاظ میں اُس چیز کا نام لو گے جس کا اللہ تذکرہ فرمارہا ہوگا۔یعنی قریشی فریب کارانہ ترجمانی نہ کروگے۔

(2) دوسرا مختصر بیان: ...... مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ o

(بقرہ 2/272)

مودودی کا قریشی ترجمہ: ''جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کرو گے اُس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائیگا، اورتمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔'' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 209)

علامہ مودودی کی قریشی چالاکی واضح کرنے کے لئے پہلے علامہ رفیع الدین مرحوم کا اُردو میں سب سے پہلا ترجمہ دیکھ لیں، لکھا ہے کہ:

علامہ رفیع الدین کا تحت لفظ ترجمہ: ''اور جو کچھ خرچ کروتم بھلائی سے پورا پہنچایا جاوے گا طرف تمہارے اورتم نہیں ظلم کئے جاؤ گے۔'' (ترجمہ قرآن صفحہ 57)

اب قارئین مودودی کے ترجمہ کے الفاظ دیکھیں اور اُن کے ترجمہ کے اُردو الفاظ کیلئے آیت میں عربی کے الفاظ تلاش کریں یعنی:

1: ترجمہ میں لفظِ ''مال''موجود ہے اور یہ عربی کا لفظ ہےاور آیت میں موجود نہیں۔ لہٰذا مودودی نے قریشی پالیسی کے ماتحت یہ لفظ اپنے پاس سے اضافہ کیا ہے۔ 2: ترجمہ میں لفظِ ''خیرات'' لکھا گیا ہےاور خیرات بھی عربی اور قرآن کا لفظ ہے مگر آیت میں موجود نہیں ہے، یہ دوسرا اضافہ اورفریب ہے۔ 3: ترجمہ میں لفظِ ''اجر'' لکھا گیا ہے اور یہ لفظ بھی قرآن میں استعمال ہونے والا عربی زبان کا لفظ ہےاور اس آیت میں نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ مودودی نے اپنے قریشی زنبیل سے یہ تین الفاظ بڑھا کر یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو وہی کچھ بدلے میں ملنا ثابت نہ ہو جواُنہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور یہ اس لئے کہ قریشی قیامت میں تو نہ روپے ہوں گے نہ کچھ اور ہوگا جو کسی کو بدلے میں دیا جاسکے، نہ وہاں یہ موقع ہوگا کہ لوگ اُس سامان کواستعمال کرسکیں۔ وہاں تو جنت ہوگی اور جہنم ہوگا جس میں مودودی اور قریش کو پھینک دیا جائیگا اور اُنکے وحشیانہ اور ظالمانہ کردار پر پردہ پڑا رہ جائیگا۔ لیکن اللہ کے نظامِ مکافاتِ عمل یا جزا وسزا میں تو تمام اعمال دکھائے جائیں گے۔ پھر ہر چھوٹی سے چھوٹی بُرائی اور بڑے سے بڑے جرم کواُن پر پلٹایا جائیگا۔ بار بار قتل کرکے، ہاتھ کاٹ کاٹ کر زندہ

کیا جائیگا اور اُن کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جائے گا جو انہوں نے بے قصور انسانوں کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ہے وہ ہوش رُبا اور روح فرسا صورتِ حال جس کو پھلانگ کر قریش قیامت کو پیش کرتے ہیں۔لیکن ہم راہ میں رکاوٹ بن گئے اور مذہب شیعہ کی حقیقی ترجمانی سے ساری دنیا کو مطلع کرنا اور قریشی فریب کو سامنے لانا طے کرلیا۔اور قرآن کا پیش کردہ دین وفلسفہ سادہ اور بھرپور طریقے سے سامنے رکھ دیا ہے۔

ایک یاددہانی : قارئین ،قرآن کریم کی آیات کی بھرمار اور دباؤ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ خطبہ 28 کی تشریح سے ہٹے ہوئے عنوانات چل رہے ہیں ایسا نہیں ہے۔ہم اُسی سامان کا ہو بہو ملنا بیان کررہے ہیں جو،حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخاطبوں کے لئے حضورؐ کے بقول،اور آپؐ کیلئے قرآن اور ہمارے بقول دورانِ سفر اور سفر کے بعد کے لئے جمع کرنا اور ملنا چاہیئے اور جس کیلئے فرمایا گیا ہے کہ:

یاددہانیاں: فَتَزَوَّدُوا فِی الدُّنیَا مِنَ الدُّنیَا مَا تُحرِزُونَ اَنفُسَکُم بِهٖ غَدًا؛ (خطبہ نمبر 28 جملہ نمبر 21)

''درست یہی ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے اُسی قدر سامان لےلو جو سفر کے دوران اور بعد سفر کل تمہارے کام آئے گا۔''

بات واضح اور صاف ہے کہ جس ''کل'' کا اور جس سفر کا اور جس سامان کا حضور صلوٰۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے وہی سامان تو ہوگا جو لوگوں کو کئی گنا بڑھا کر دیا جانیوالا ہے۔اُسی سامان کو دنیا کی زندگی میں بڑھا کر دینے کی بات اللہ قرآن میں کر چکا ہے۔ وہی کل تو قرآن میں بار بار ''اَلْیَوْمَ'' اور'' یَوْمَئِذٍ '' کہہ کر یاد کرائی گئی ہے۔وہی کل تو ہے جسے چھپانے کیلئے قریشی چمچے دن رات قرآن کی غلط تعبیرات وترجمانی چودہ سو (1400) سال سے کرتے چلے آئے ہیں۔اور انسانوں کے دلوں میں وہ تمنائیں اور تمنائیں پوری ہونے کی اُمیدیں پیدا کرتے رہے ہیں۔اور جنہیں پوری کرنے کیلئے اللہ کے احکام میں تبدیلیاں اور

اجتہاد کرتے اور کراتے رہے ہیں۔اور حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ اُن ہی اُمیدوں اور خواہشوں اوراجتہادات کونوعِ انسان کیلئے سب سے خوفناک اور تباہ کن فرماتے ہیں کہ:

وَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَ طُوْلُ الْاَمَلِ؛(28/20)

''تمہارے لئے جن کاروائیوں سے میں ڈرتا ہوں اُن میں سب سے زیادہ خوفناک یہ ہے کہ تم اُمیدوں اورآرزوؤں کے پھیلاؤ کو سمیٹنے کیلئے اجتہاد میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

سوچیئے کہ ہم نے ابلیس کا منصوبہ اسی خطبے کی ذیل میں بیان کیا ہے یا نہیں؟ ہم نے قریشی تمناؤں اور اسکیموں کو واضح کیا ہے یا نہیں؟ اور اُنکا مجتہدانہ عملدرآمد اور قرآن کی غلط تعبیرات کرنے پر زور دیا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ سب کچھ اسی ایک جملہ (28/20) کے ماتحت نہیں آجاتا؟ یاد رکھیئے کہ ہم نے کوئی عنوان غیر متعلق قائم نہیں کیا ہے اور ہماری اِن تشریحات کو خطبے کے جملوں کے ماتحت جانچیئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے تمام بیانات خطبے کے دائرے سے باہر نہیں نکلے ہیں اور کیسے نکل سکتے ہیں؟ حضورؑ کا ہر جملہ اپنے اندر تاریخ اور قرآن کو سمیٹے ہوئے چلتا ہے اور ہمارے بیانات تو ادھورے اور ناقص رہ جاتے ہیں۔ سوچیئے کہ کیا ہم نے اُس سفر کو بیان کر دیا ہے جس کا تذکرہ آپؑ کے اِس جملہ میں ہے کہ:

اَلَا وَ اِنَّكُمْ قَدْ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ؟ (28/18)؛ وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ(28/19)؛

''خبردار رہو کہ میں نے تمہیں اس خطرناک سفر کا حکم دے دیا ہے۔اوراس سفر کے دوران اوراُس کے بعد کام آنے والی چیزوں اور ضرورتوں سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔''

ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ حضورؑ جس سفر اور جس منزل کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں، ہم نے ابھی اُس سفر اور منزل کی طرف صرف رُخ کیا ہے۔اُسکے بیان کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ ابھی تو ہم اتنا ہی کہنے پائے ہیں کہ تمہیں اس دنیا میں ایک ایسی جگہ پہنچنا ہے جہاں تمہاری کمائی تمہیں ملنے والی ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(3) سزا اور جزا پر تیسرا بیان یعنی ساری کمائی بطور جزا سامنے آنا

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ o (سورۃ بقرہ 2/281)

مودودی ترجمہ اور عیاریاں

اُس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو، جب کہ تم اللہ کی طرف واپس ہوگے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا'' اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہو گا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 218)

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ تاکہ مودودی کی عیاری پکڑی جائے

''اور ڈرو اُس دن سے کہ پھیرے جاؤ گے بیچ اُسکے طرف اللہ کے پھر'' پورا دیا جاوے گا ہر جی کو جو کچھ کمایا ہے'' اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے۔'' (ترجمہ قرآن 58-59)

مختصراً یہ کہ اللہ تو ہر شخص کو اُس کی کمائی ہوئی ہر چیز دینے کا اعلان کرتا ہے۔ مگر قریشی علما کمائی ہوئی چیزوں کی جگہ لوگوں کو اُن چیزوں کا بدلہ یا اجر دینا چاہتے ہیں۔ اور مقصد وہی ہے کہ قریش پر گزرنے والے روح فرسا حالات کا، اور اُس منزل کا نام جہاں وہ حالات گزرنا ہیں اور جہاں تمام کمائی ملنا ہے اور اُس دن کا جسے الیوم یا یوم الدین کہا ہے کا پتہ نہ چل جائے۔ جسے ہم نے رَجْعَتْ کہا ہے۔ اِدھر قریش اور قریشی علما کو اللہ کے بیانات میں کمی زیادتی کر کے بدلنے کی ضرورت ہے اُدھر اللہ قرآن میں دھڑا دھڑ ایسے بیانات دیتا رہا ہے کہ جن سے لوگ چونک جائیں۔ اللہ جہاں اجر یا بدلہ دینے کی بات کرتا ہے وہ لفظ ''اجر'' آیت میں نازل کر دیتا ہے جہاں بجنسہٖ اعمال واپس دینے کی بات کرتا ہے وہاں لفظ اجر استعمال نہیں کرتا، مثالیں دیکھئے:

(4) **جزاوسزا پر اجر دینے کا بیان**

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o (آلِ عمران 3/57)

مودودی ترجمہ: ''اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے اُنہیں اُن کے اجر پورے پورے دے دیئے جائیں گے اور خوب جان لے کہ ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ 259)

رفیع الدین کا ترجمہ تا کہ مودودی کا فضول اضافہ معلوم ہو اور راز کھلے

اس آیت کے ترجمہ میں اصولاً تو کسی اضافہ کی ضرورت نہ تھی لیکن علامہ اپنے قاریوں اور ہم مذہبوں کی عادت خراب کرنا نہیں چاہتے اس لئے جو اضافہ کیا ہے وہ رفیع الدین کے ترجمہ سے واضح ہو جائے گا، سنیئے:

''اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس پورا دے گا اُن کو ثواب اُن کا اور اللہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو۔'' (ترجمہ قرآن صفحہ 70)

یہاں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی کو کوئی چیز دینے میں اور کسی چیز کا اجر یا ثواب دینے میں بڑا فرق ہے۔ آپ فاتحہ دیتے وقت یہ کہتے ہیں کہ:

''یا اللہ اِس درود شریف کا اور اِن سورہ ہائے قرآنی کا اور اس شیرینی یا طعام کا ثواب حضرت حجت صلوٰۃ اللہ علیہ کے توسط سے فلاں فلاں مرحوم لوگوں کو پہنچے۔''

یہ اسلئے کہ شہدا علیہم السلام کے علاوہ باقی مرنے والوں کو کھانے کا سامان نہیں ملتا محض ثواب ملتا ہے اور وہ بھی اُن کے اعمالنامہ میں لکھا جاتا ہے۔ اسی لئے شہدا، انبیا اور آئمہ علیہم السلام کو ایصال ثواب نہیں کرتے بلکہ نیاز و نذر کرتے ہیں۔ اور وہ حضرات نذر و نیاز کی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں اور حضرت حجت علیہ السلام کا نظام بجنسہٖ وہ سامان اُن کے پاس پہنچاتا ہے۔ گو تمہارے پاس سے کم نہیں ہوتا مگر ہر وہ چیز جو تم نے نذر میں پیش کی تھی بجنسہٖ

وہاں پہنچتی ہے۔

(5) **<u>اصل اعمال یا نیکی یا بدی کا پہنچنا:</u>** یہ بیان سنیئے اور دیکھیئے کہ تمہارا ہر عمل اُس روز تمہارے سامنے ہوگا اور اچھے اعمال تمہاری زندگی میں سہولت فراہم کریں گے اور بُرے اعمال اپنی برائی کے تناسب سے مصیبت میں مبتلا کریں گے:

يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ o (نحل 16/111)

<u>ہمارا ہر طرح قرآن کے مطابق ترجمہ</u>: ''وہ دن جس روز ہر ذی حیات خود اپنی ذات کے لئے جھگڑتا ہوا آئے گا اور اُس دن ہر ذی حیات کو اُس کا ہر عمل پورا پورا دیا جائے گا اور اُن پر ظلم یا زیادتی نہ کی جائے گی۔'' یعنی اُن کے اعمال میں کمی بیشی نہ ہوگی۔

یہاں سورہ زلزال کی آخری آیات (6 تا 99/8) کو اور سورہ کے مقصد کو سمجھ لیں، یعنی: ''وہ دن ایسا ہوگا کہ تمام محروم الجزا و سزا اپنے اپنے مختلف حالات میں صادر ہوں گے۔ مثلاً کچھ لوگ زخمی حالت میں آئیں گے کچھ لوگ مسلح اور جنگ جوؤں کی صورت میں ہونگے۔ کچھ مظلوم اور ستائے ہوئے حال میں ہوں گے۔ کچھ شاہانہ ٹھاٹھ سے آئیں گے۔ (يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا؛ 99/6) پھر اُن پر اُنکے اعمال اثر انداز ہونگے۔ قاتلوں کو قتل کی لذت دکھائی جائیگی اور صابروں کو اُنکے صبر سے لطف اندوز کیا جائیگا (لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ o 99/6) اور سب کو اُنکے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اعمال کا فائدہ یا نقصان بھگتنا پڑیگا (**فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ o وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ** o 8-99/7)

(6) **<u>سزا اور جزا پر ایک اور بیان اور سزا و جزا کی قانونی صورت</u>**

اور اس کی مزید تشریح اور صورت یوں پیش کی ہے کہ:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ

هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ o (سورۃ انعام 6/160)

''جو بھی نیکی کے ساتھ آئے گا اُس کے لئے اُس کی اُس نیکی کی مانند دس نیکیاں ہیں۔اور جو کوئی برائی لے کر آئے گا اُس کے لئے اُس کی اُس برائی کی مانند ایک ہی برائی ہے۔اور اُن کے ساتھ کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔''

سابقہ قرآنی بیانات سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ نیکی کی جگہ دس نیکیاں اور برائی کی جگہ صرف ایک برائی دی جانا اللہ کا قانون ہے۔مثلاً ایک مومن نے راہ خدا میں ایک روپیہ خرچ کر کے تھوڑی سی تنگی برداشت کی تھی اُسے اُس دن دس روپے دے کر دس گنا سہولت فراہم کی جائے گی۔اور اگر کسی نے ایک بُرا کام کیا تھا تو اُس کے ساتھ وہی ایک بُرا کام کیا جائے گا۔یعنی نیکی کے بدلے میں دس گنا نیکیاں اور بُرائی کے بدلے میں برابر کی ایک بُرائی ملے گی۔مگر اُسے ذلیل ورُسوا ہر حال میں کیا جائے گا مثلاً فرمایا کہ:

(7) <u>بدکرداروں کو ایک بُرائی پر بھی ذلیل ورسوا کیا جائے گا</u>

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o (یونس 10/27)

''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں۔اُن کی ہر برائی کی جزا میں اُنہیں اُن کی برائی کی مانند ایک ایک برائی ملنا ہے۔اور اُن پر ذلت کو مسلط کیا جائے گا۔اور اللہ کی اُس ذلت سے اُنہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔اُن کے چہرے رات کی سیاہی کی طرح کالے کر دئے جائیں گے وہ ہمیشہ آگ میں رہنے والے صحابہ ہوں گے۔''

(8) <u>سزا اور جزا پر قرآن کا آخری اور مثالی بیان اور مودودی کا وہ ترجمہ جو اُن کی تمام چالاکیوں کا جواب ہے</u>

یہاں تک بار بار قرآن کریم سے جنت اور دوزخ کے علاوہ دوسری قانونی اور فطری

سزااور جزا دیا جانا ثابت ہو چکا ہے۔اس کے باوجود ہم ایک اور آیت لکھتے ہیں تا کہ علامہ مودودی کا ایک ایسا ترجمہ دکھا سکیں جو اُن کی تمام عیاریوں، مکاریوں اور چالاکیوں پر پانی پھیر کر ہماری تائید میں حرفِ آخر کہلا سکتا ہے سنیئے:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o (اعراف 7/147)

<u>مودودی کا قریشی پالیسی کے خلاف ترجمہ</u>: ''ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اُس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔کیا لوگ اِس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ جیسا کریں ویسا بھریں؟''
(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 79)

ہمارا یہ زیرِقلم عنوان قرآن کریم سے یہ دکھانے کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ ہر انسان کو اِس دُنیا میں وہ سب کچھ ملنا چاہیئے جو اُس نے راہِ خدا میں صرف کیا اور ہر انسان پر وہ سب کچھ گزرنا چاہیئے جس میں سے اُس نے دوسروں کو گزارا۔یعنی جیسا کرے ویسا بھرے۔دوسروں کی آزادی اور خوشحالی میں کوشاں رہا تو اُسے آزادی اور خوشحالی ملے۔دوسروں کو قید و بند و مصائب میں رکھا تو اُسے قید و بند و مصائب میں رکھنا چاہیئے اور اُسی ماحول میں رکھنا چاہیئے جس میں دوسروں کو رکھا تھا۔

(9) <u>سرمایہ داروں کو اِسی دنیا میں زراندوزی کی سزا ملنا ضروری ہے</u>؛ خود فرمایا ہے کہ:

...... **وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o** (توبہ 35-9/34)

<u>مودودی ترجمہ</u>: ''دردناک عذاب کی خوشخبری دواُن کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُنہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ایک دن آئے گا کہ اُسی سونے

اور چاندی پر جہنم کی آگ دھکائی جائے گی۔اور پھر اُسی سے اُن لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔لواب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 191)

16۔ قرآن میں مذکور حقوق العباد کی ادائیگی میں جزا وسزا کے لئے اس دُنیا اور دُنیا کے تمام سامان اور ماحول کی ضرورت ہے

ہم نے عرض کیا ہے کہ قرآن میں مذکور جزا وسزا کے وعدے اِس دنیا میں پورے ہونا لازم وواجب ہیں تا کہ لوگوں کو وہ نعمتیں دی جاسکیں جن سے انہیں محروم رہنا پڑا تھا اور محروم کرنے والوں کو محروم رکھنے کا انتظام رکھا جائے گا۔زندگی سے محروم کرنے کے لئے تلواریں اور تازیانے اور ٹکٹکی وغیرہ کی ضرورت ہے۔قید کرنے کے لئے قید خانے اور ہتھکڑیاں بیڑیاں اور زنجیریں لازم ہیں۔مندرجہ بالا آخری آیت والی سزا کے لئے وہ تمام سونا اور چاندی اور سکے موجود ہونا لازم ہیں جن سے داغا جائے گا۔اُن کو باندھنے اور دوڑ بھاگ سے روکنے کا انتظام ضروری ہے۔وہ مکانات موجود ہونا چاہئیں جن میں چوری یا قتل اور دیگر جرائم واقع ہوئے وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کے سامنے متعلقہ واقعات وقوع میں آئے تھے۔ذلت ورسوائی کا تمام سامان موجود ہونا چاہیئے ورنہ ''جیسا کرنا ویسا بھرنا'' نا قابل عمل ہوگا۔مختصراً یہ سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ قیامت سے پہلے یعنی آخری فیصلے سے پہلے وقوع میں آنا چاہیئے ۔ورنہ زمین اور پہاڑ چُور چُور ہو جانے کے دوران یا بعد میں یہ سب کچھ نہ ہو سکے گا۔نئی زمین اور نیا آسمان بن جانے کے بعد(حجر 15/48)وہ دفینے بھی زمین کے ساتھ چکنا چُور و تباہ ہو جائیں گے وہ مکانات بھی نہ رہیں گے جن میں واقعات رُونما ہوئے تھے۔وہ قید خانے کہاں ہوں گے جن میں مظلوموں کو قید رکھا گیا تھا۔تلواریں، بیڑیاں اور زنجیریں کہاں بچیں گی؟

17۔ اللہ کا سو فیصد عادل و مُنصف و علیم و حکیم و قدیر ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر رَجُعَتُ اِلَی اللہِ کی عملی و مشہود پالیسی کو نظر انداز کردیا جائے

سابقہ عنوانات اس عنوان کے ثبوت میں بھرپور طریقے سے کافی ہیں۔ اب جس حقیقت کو سامنے لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ:

1۔ ''رَجُعَتُ اِلَی اللہِ'' کیا ہے؟ کب ہوگی؟ کس طرح ہوگی اور؛

2۔ ''رَجُعَتُ'' کا ثبوت کیا ہے؟

رجعت کو بیان کرنا اور اُسکی تفصیل کو قرآن سے سامنے لانا ہی اس عنوان کا مقصد ہے۔ مندرجہ بالا سوالات کیلئے پہلی بات یہ سمجھنا چاہیئے کہ لفظ ''رجعت'' ڈکشنری یا لغت کا عام اور بہت استعمال ہونیوالا لفظ ہے اور اس میں ذاتی طور پر کوئی دین کا یا بے دینی کا تصور نہیں ہے۔ اُس کے معنی ہیں ''پلٹنا'' اور اس معنی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو چیز کسی چیز کی طرف پلٹتی ہے وہ چیز اُس سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ تعلق اگر اُس چیز کی تخلیق یا فطرت سے ہے تو یہ پلٹنا اُسکی فطرت یا تخلیق میں داخل ہے۔ یعنی اُس کا پلٹنا تخلیقی اور فطری قوانین کے ماتحت ہے۔ یعنی اس پلٹنے میں وہ چیز مختار نہیں ہے کہ اگر نہ چاہے تو نہ پلٹے یا کسی اور طرف پلٹ جائے۔ اِس قانون کو عربی زبان میں یوں کہا گیا ہے کہ:

''کُلُّ شَیءٍ ''یَرجِعُ'' اِلٰی اَصلِہٖ'' ''ہر چیز اپنی اَصل کی طرف پلٹتی ہے۔''

ہر چیز کا اپنی اصل و حقیقت کیطرف پلٹنا بتاتا ہے کہ کائنات کہ ہر چیز خود نہ اپنی ''اصل'' ہے نہ ''حقیقت'' ہے۔ بلکہ کسی ''اصل'' یا ''حقیقت'' کی فرع (شاخ یا جُز) ہے، چنانچہ:

(الف) رجعت کے قانونی، فطری یا سائنسی اور مشہود معنی پر بیان

زمین سے پیدا ہونے والی وہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ مٹی ہو جاتی ہیں جنکی ''اصل و حقیقت'' زمین ہے۔ اُن چیزوں کے مٹی بننے کا زمانہ یا مدت یکساں نہیں ہے۔ یعنی بعض چیزیں جلدی مٹی بن جاتی ہیں اور بعض کو مٹی بننے میں بہت عرصہ لگتا ہے۔ زمین سے پیدا

ہونے والی چیزوں میں لوہایا دھاتیں باقی چیزوں سے سخت ہوتی ہیں اور انہیں بھی حسبِ حالت مٹی بننے میں بہت عرصہ لگتا ہے۔اُنکا استعمال اور قیمت میں کمی بیشی اسی قاعدے پر منحصر ہے کہ کون سی دھات کتنے عرصہ تک اپنی خاصیت پر برقرار رہتی ہے اور مٹی بننے میں یا اپنی خاصیت اور قوت چھوڑنے میں کتنا عرصہ لگاتی ہے؟ زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں بھی بعض ایسی ہیں جنکے متعلق تجربہ سے یہ طے کرلیا گیا ہے کہ وہ ہرگز مٹی نہ بنیں گی۔مثلاً سونا، ہیرا اور پلیٹینم (Platinum)۔ہر چیز کو اُسکی اصل کی طرف پلٹانے کے تخلیقی قوانین ہر چیز کی تخلیق میں بھی رکھدئے ہیں۔یعنی ہر چیز کے اندر ایک داخلی تخریب اُسے اُسکی اصل کی طرف پلٹنے پر مجبور کرتی چلی جاتی ہے اور ایسے قوانین بھی بنادیئے ہیں جو باہر سے ہر چیز پر اثر انداز ہوکر اُن کو اُنکی اصل کی طرف پلٹانے یا رجعت کرانے میں کوشاں رہتے ہیں۔اور ایسے قوانین بھی موجود ہیں جن کو ماہرینِ قوانین استعمال کرکے چیزوں کی رجعت میں تاخیر پیدا کرسکتے ہیں۔دھاتوں کو رجعت کرانے والا داخلی قانون، اور اُسکی مادی ومشہود صورت کو ''عِلمُ المعادنیات'' (Metallurgy) میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

The <u>tendency</u> of a metal to return to its original state is called <u>Corrosion.</u>

''کسی دھات کا وہ میلان طبع جو اُسے اُسکی بنیاد یا اصل کی طرف پلٹاتا ہے ''زنگ'' کہلاتا ہے۔''

چنانچہ ''زنگ'' وہ نتیجہ ہے جو دھاتوں کو اندرونی یا طبعی قانون کے دباؤ سے لگتا ہے۔لوہے کا زنگ لال رنگ کے پاؤڈر کی صورت میں لوہے کو رجعت کراتا ہے۔تانبے اور پیتل کا زنگ سبز رنگ کا اور ایلومینیم کا سفید رنگ کا ہوتا ہے اُن کو زنگ سے بچانے کیلئے ہی اُن پر رنگ وروغن (Paint) لگاتے ہیں۔بہرحال اس بیان سے اشیاء یا موجودات کی ''رَجْعَتُ'' اور رَجْعَتُ کے معنی واضح ہوجانا چاہئیں۔اب یہ سمجھ لیں کہ لفظ ''رَجْعت'' کا مادہ یا اصل وبنیاد وحقیقت ''ر۔ج۔ع'' ہے۔اسی اصل سے لفظِ ''رُجُوعٌ'' بنتا ہے۔اِسی سے لفظ رَاجِعُوْنَ اور تُرْجِعُوْنَ بنتے ہیں اور اسی سے لفظ ''مَرْجَعٌ'' بنتا ہے یعنی وہ ہستی

جس کی طرف متعلقہ چیزیں ''رَجْعَتْ'' کرتی ہیں یا رجوع ہوتی ہیں۔لہٰذا ہر چیز و ہر مخلوق کیلئے ایک ''مَـرْجَعْ'' ہوتا ہےاوراُس مرجع سے بننے والی تمام چیزیں اُسی کی طرف رجعت کرنے پر مجبور و مخلوق ہوتی ہیں اسی اصول کی مجازی صورت ظاہر کرنے کیلئے اللہ نے قرآن میں یوں فرمایا ہے کہ:

(ب) <u>اللہ پوری کائنات کی ہر مخلوق یا چیز کا مجازی مرجع ہے</u>

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ o الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o(بقرہ 2/45-46)

<u>مودودی ترجمہ:</u> '' صبراورنماز سے مدد لو بیشک <u>صبراور</u> نماز ایک سخت مشکل کام ہے،مگر اُن فرماں بردار بندوں کیلئے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار اُنہیں اپنے رب سے ملنا اوراُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔''(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 74-73)

چونکہ بات رجعت کی ہورہی ہے اسلئے مودودی نے آیت میں لفظ صبر موجود ہوتے ہوئے بھی صرف نماز کو مشکل کام لکھ کر صبر کو ترجمہ سے خارج کر دیا تھا جو ہم نے خود ترجمہ میں لکھا ہے۔اور چونکہ مودودی اینڈ کمپنی کو رجعت سے بخار ہو جاتا ہے اِسلئے اُنہوں نے ''رَجعَتْ'' کو آخری چیز یا ''قیامت'' بنانے کیلئے اپنی شیطانی جیب سے ترجمہ میں لفظ ''آخر کار'' بڑھا دیا ہے جس کیلئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے۔بہر حال اِن آیات اور سینکڑوں دوسری آیات سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی طرف رجعت ہونا ہے۔اور وہی مرجع ہے۔

(ج) <u>اللہ نے خود کو ہر چیز کے مرجع کی حیثیت یا پوزیشن میں پیش کیا ہے یعنی مقامِ رَجعَتْ فرمایا ہے</u>

ذیل میں چند آیات کے ٹکڑے پیش کرتے ہیں تا کہ لفظ ''مَــرْجَــعْ'' (مقامِ رجعت) کا استعمال اور مودودی کا گھبرا گھبرا کر ہر جگہ لفظ ''<u>آخر کار</u>'' کا اضافہ اور فریب بھی سامنے آجائے اور معلوم ہو جائے کہ قریشی علما کو ''<u>رَجعَتْ</u>'' اور ''<u>مَرجع</u>'' سے کتنا خطرہ

ہے اور وہ رجعت کو اپنے والی قیامت میں تبدیل کرنے کیلئے کس طرح بے تکلفانہ قرآن سے مکروفریب کرتے رہے ہیں، سنیئے:

(1) ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ (عمران 3/55)

''پھر تم سب کو آخرکار میرے پاس آنا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 259)

یہاں رجعت کو آخری چیز بنانے کیلئے ''آخرکار'' تو بڑھایا ہی تھا، اُس کے ساتھ ہی لفظِ ''سب کو'' بھی بڑھا دیا اسلئے کہ قیامت میں ساری نوع انسان جمع ہوگی۔ لہٰذا رجعت کو قیامت بنانے کے لئے اللہ سے رہی ہوئی آیت کی دونوں خامیوں کی اصلاح کر کے قرآن کا عیب دُور کر دیا اور سنیئے:

(2) اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا؛ (مائدہ 5/48)

''آخرکار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔'' (تفہیم اوّل صفحہ 478)

یہاں لفظ جَمِیۡعًا موجود تھا اسلئے صرف لفظِ ''آخرکار'' بڑھانا پڑا، ورنہ خامی رہ جاتی اور سنیں:

(3) ثُمَّ اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ؛ (انعام 6/60)

''آخرکار اُسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ 546)

مجال ہے جو مودودی بھول جائیں اور سنیئے:

(4) ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَرۡجِعُکُمۡ؛ (زمر 39/7)

''آخرکار تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔'' (تفہیم 4 صفحہ 361)

یہاں پھر علامہ نے اللہ کی دوہری اصلاح کر دی ہے لفظِ جَمِیۡعًا آیت میں نہیں ہے نہ ہو علامہ پر واجب ہے کہ اللہ کو (معاذ اللہ) غلط یا ادھوری بات نہ کہنے دیں۔

(د) **حقیقی مَرۡجَعُ اللہ ہرگز نہیں ہے ورنہ تمام مخلوقات کو اللہ کے اجزا ماننا ہوگا**

یہ گفتگو ہو چکی ہے کہ درحقیقت اللہ کی طرف کسی چیز کی یا کسی انسان کی ''رَجۡعَت'' یا واپسی ممکن ہی نہیں ہے ورنہ سب چیزوں کو ایسے ذرات میں بکھیرنا ہوگا جو ناممکن ہیں کہ ہر

ذرہ ہر جگہ رکھا جا سکے۔علاوہ ازیں مخلوق میں سے کوئی چیز حتّٰی کہ اللہ کا نوؔر بھی اللہ کا جُزنہیں ہے نہ اللہ سے کوئی چیز پیدا ہوسکتی ہے۔اور حقیقی مرجع وہی ہوسکتا ہے جس سے چیزیں پیدا ہوں۔جیسے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں کا مرجع زمین ہے۔اور سب اُسی میں مل کر مٹی ہوجاتے ہیں۔چنانچہ ہم بات کو بڑھائے بغیر یہ کہہ دیں کہ اس کائنات کی تمام مخلوقات نورِ محمدؐی سے پیدا کی گئی ہیں اور ہر چیز کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقے سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجزا کا مجموعہ ہے۔وہیؐ اُن کی علتِ مادی اور علتِ صوری اور علتِ فاعلی اور علتِ غائی ہیں اور وہیؐ تمام مخلوقات کے حقیقی ''مَـرجِـعُ'' ومصدرؐ ہیں۔اور رجعت ہو یا قیامت وہ حضرت محمدؐ بن حسنؑ عسکری، حجۃؑ اللّٰہ فی الخلق ربُّ الار ؑض والسماوات ،قائم قیامتؑ ہیں،سلام اللّٰہ علیه علٰی آ بائہؑ و اُمھاتہؑ۔رہ گیا اللہ کا مرجع ہونا؟ وہ مجازی ہے اور یہ آیت بھی اللہ کے مرجع حقیقی نہ ہونے پر دلیل ہے؛

(ہ) اللہ نے آگ کے انبار کو یا ڈھیر کو انسانوں کا مرجع فرما کر خود مرجع ہونے کا انکار کردیا ہے

أَذٰلِکَ خَیۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَۃُ الزَّقُّوۡمِ o اِنَّا جَعَلۡنٰھَا فِتۡنَۃً لِّلظّٰلِمِیۡنَ o اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخۡرُجُ فِیۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِیۡمِ o طَلۡعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوۡسُ الشَّیٰطِیۡنِo فَاِنَّھُمۡ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡھَا فَمَالِئُوۡنَ مِنۡھَا الۡبُطُوۡنَ o ثُمَّ اِنَّ لَھُمۡ عَلَیۡھَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِیۡمٍ o ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَھُمۡ لَاۡ اِلَی الۡجَحِیۡمِ o اِنَّھُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَ ھُمۡ ضَآلِّیۡنَo (الصّٰفٰت 62 تا37/69)

''کیا وہ صورتِ حال بہتر ہے جو آیات (39 تا37/50) میں بیان ہوئی ہے یا یہ بہتر ہے جس میں زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا۔ہم نے زقوم کے درخت کا نام ظالموں کیلئے بُری آزمائش یا فتنہ بنا دیا ہے۔وہ ایک ایسا درخت ہے جو آگ کے ڈھیر میں اُگا کرتا ہے۔اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی مانند ٹیڑھے ہوا کرتے ہیں۔چنانچہ مجرم لوگوں کی غذا وہی درخت ہوگا اور اُسی سے اُن لوگوں کو اپنا پیٹ بھرنا پڑے گا۔اور پھر انہیں پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔پھر اُن کا مرجع

وہی جحیم، یعنی آگ کا ڈھیر ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا تھا اور اُن ہی کے نقشِ قدم پر چلے تھے۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ نہ اللہ انسانوں کا حقیقی مرجع ہے نہ اللہ کو انسانوں کا مستقل مرجع قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ تمام جزئی اور عارضی مَرجُعُون کا حقیقی و مستقل مرجع نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور تمام مخلوقات کی آخری رجعت بھی اُن ہی کی طرف ہونا ہے۔

(و) رجعت اپنے وسیع اور عام معنی میں ایک مسلسل اور مستقل قانونی عملدرآمد ہے

یہ حقیقت بیان ہو چکی کہ کائناتی مخلوقات کو اُن کے اندرونی اور بیرونی تخلیقی قوانین ہر لمحہ اُن کی اصل کی طرف لوٹانے یا رجعت کرانے میں مصروف ہیں۔ یعنی رجعت ہر لمحہ ہو رہی ہے۔ یہ ایک عملِ مسلسل ہے۔ جو پیدا ہوتے ہی ہر چیز پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ہرگز پیچھا نہیں چھوڑتا جب تک مرجعؑ کے حضور حاضر ہونے کے قابل نہ بنا دے۔ یا مَرجُعؑ خود ہی اُسے نہ روک دے۔ اور رجعت کو روکنے کے لئے بھی اللہ کے قوانین ہی پر عمل کرنا ہو گا۔ چنانچہ جب سلامتی کا ضابطہ، یعنی ''دین اسلام'' اپنی ہمہ گیر صورت میں نافذ کر دیا جائے گا تو اُس پر عمل کرنے والوں کے لئے صرف سلامتی ہی سلامتی رہ جائے گی۔ وہ تمام قوتیں مغلوب و مفلوج ہو کر رہ جائیں گی جو نوعِ انسان کو تباہی و زوال و ہلاکت و موت کی طرف بڑھاتی ہیں۔ چنانچہ اُس زمانے کے لوگوں کو دنیا ہی میں حیاتِ جاوداں مل جائے گی۔ وہی لوگ ہوں گے جو مار ڈالنے والے صُور سے بھی نہ مریں گے۔ (زمر 39/68)

18۔ ایک ایسے دن کا اور ایک ایسے نظام کے آنے کا تین مرتبہ وعدہ کیا گیا ہے جس میں ''دینِ اسلام'' کے لانے والے کو ''دین'' کے ہر گوشہ پر غالب کر دیا جائے گا

یہاں سے اللہ کا وہ وعدہ دیکھیئے جسے قرآن میں تین مرتبہ دوہرایا گیا ہے اور جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ اسلام کے اوّلین و آخرین علمبردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورؑ کو مکمل اور ہمہ گیر بنا دے گا اور آنحضرتؐ کو دین کے ہر ہر پہلو پر غالب کر دے گا۔ یعنی وہ تمام قوتیں اور تمام

مزاحمتیں اُنؐ کی راہ سے ہٹا دی جائیں گی۔ جنہوں نے لا انتہا مدت تک نہ اُنؐ کے نور کو مکمل ہونے دیا اور نہ دین کا ہر گوشہ، اور ہر حکم وقانون نافذ ہو سکا۔ جس میں نظامِ شرکت کو معطل کر دیا جائے گا اور اُن لوگوں کی ناگواریوں کی پرواہ نہ کی جائے گی جو اسلامی حکومت میں نظامِ شرک ومشاورت کا حصہ اور شمولیت پر کاربند چلے آرہے تھے۔

(آلِ عمران 152 تا 3/154) ملاحظہ ہو۔

(الف) <u>تیسرے سال ہجرت، 3 ہجری میں یہ آیات سُنائی گئیں</u>

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ وَ ہُوَ یُدۡعٰۤی <u>اِلَی الۡاِسۡلَامِ</u> وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ o یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا <u>نُوۡرَ اللّٰہِ</u> بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ o ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَo (الصَّفّ 7 تا 61/9)

''اُس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کے متعلق جھوٹی ایجادات کرے حالانکہ اُس شخص کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہے؟ اور اللہ اُسے اور اُس کی ظالم قوم کو نہ ہدایت کرتا ہے اور نہ کرے گا۔ اُس شخص اور اُس کی قوم کی پالیسی یہ ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈے اور باتوں سے اللہ کے نور کی حقیقت کو پھیلنے سے روک دیں۔ اور اللہ نے اپنے نور کی حقیقی روشنی کو انتہائی مقام تک پہنچانا ہے۔ خواہ حق پوش لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو مکمل ہدایات اور حق نُما دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ رسولؐ کو دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کرے خواہ حکومتِ خداوندی میں شرکت کے قائلین کو گراں ہی کیوں نہ گزرے۔''

(ب) <u>چھٹی ہجری؛ 6 ہجری میں اسی وعدے کو پھر دُہرایا گیا</u>

سورۂ صف (7 تا 61/9) میں یہ وعدہ اور اعلان کر کے قریشی قوم اور اُس کے مجتہد لیڈر کو متنبہ کر کے تین سال کا موقع دیا گیا اور پھر فرمایا گیا کہ:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًاo (فتح 48/28)

''اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو مکمل ہدایات اور حق نما دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے مکمل دین کے ہر ہر گوشہ پر غلبہ عطا کردے اور اس وعدہ کی حقیقت پر اللہ بہت کافی گواہ ہے۔''

(ج) ہجرت کے نویں سال پھر وہی وعدہ یاد دلایا گیا تھا:

تین تین سال کی تیسری قسط پوری ہوجانے کے بعد فرمایا گیا کہ:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ o هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَo (توبہ 33-9/32)

''قومی پالیسی یہ ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈے اور باتوں سے اللہ کے نورؐ کی روشنی کو پھیلنے سے روک دیں۔ مگر اللہ اپنے نورؐ کی حقیقی روشنی انتہائی مقام تک پہنچائے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ حق پوشوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو؟ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو مکمل ہدایات اور حق نما دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ رسولؐ کو مکمل دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کردے خواہ حکومتِ خداوندی میں شرکت چاہنے والوں کو گراں ہی کیوں نہ گزرے؟''

(د) مودودی نے کہاں تک اِس وعدے کی تائید کی ہے اور کہاں تک حق سے پھرے ہیں؟

اِن آیات کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔ پہلے آپ مودودی کی تشریحات میں سے اہم پہلو دیکھ لیں۔ ہم نے ان وعدوں کو تلاوت کی ترتیب سے لکھا ہے تاکہ یہ نوٹ کرلیا جائے کہ پہلے اللہ نے کیا اور کتنا فرمایا۔ دوسری دفعہ کیا بتایا اور آخری مرتبہ کیا کچھ دہرایا؟ مگر مودودی نے سورتوں کے نمبروں کا خیال رکھا ہے لہٰذا پہلی بات آخر میں چلی گئی

ہے۔لہٰذا اُن کی تشریحات کی ترتیب بھی اُلٹی ہی لکھنا پڑے گی۔سنیئے تیسری دفعہ یعنی آخری بار والی آیات (9/32-33) کی تشریح پہلی تشریح بن گئی ہے۔

(1) دین کو غالب کرنا محمدؐ کا کام مانا ہے اور تمام نظامہائے زندگی پر غالب کرنا اُن کی ذمہ داری ہے:

''32؎ متن میں'' اَلدِّیْن '' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے ''جنسِ دین'' کیا ہے دین کا لفظ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، عربی زبان میں ''اُس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی'' کیلئے استعمال ہوتا ہے جسکے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کر کے اُس کا اتباع کیا جائے۔پس بعثت رسوؐل کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دینِ حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے ''اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے'' دوسرے الفاظ میں رسوؐل کی بعثت کبھی اس غرض کیلئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے'' وہ کسی دوسرے نظام کے تابع اور اُس سے مغلوب بن کر اور اُس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے'' بلکہ وہ ''بادشاہِ ارض وسما کا نمائندہ بن کر آتا ہے۔اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔''اگر کوئی دوسرا نظامِ زندگی دنیا میں رہے بھی تو اُسے ''خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیئے'' جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190)

اس تشریح کے تمام پہلوؤں کو ذہن میں رکھیئے اور ایک اور تشریح سورہ فتح (48/28) پر سنیئے، لکھتے ہیں کہ:

''51؎ ---بلکہ اُن کے علیٰ الرَّغم اُس ہدایت اور اُس دینِ حق کو پوری جنسِ دین پر غلبہ حاصل ہو کر رہے گا جسے لے کر یہ رسوؐل ہماری طرف سے آیا ہے خواہ یہ منکرین اُسے روکنے کے لئے کتنا ہی زور مار کر دیکھ لیں۔''پوری جنسِ دین'' سے مراد زندگی

کے وہ تمام نظام ہیں جو ''دین'' کی نوعیت رکھتے ہیں۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 62)

مودودی کی یہ تشریح بھی کم و بیش وہی کچھ کہتی ہے جو پہلی تشریح میں تفصیل سے لکھا ہے۔آخری تشریح سنیئے:

(2) مودودی نے مضحکہ خیز جھوٹ بولا ہے دین اسلام کبھی بھی رسولؐ اللہ کے زمانہ سے آج تک تمام ادیان ونظامہائے زندگی پر غالب نہیں آیا

مودودی لکھتے ہیں کہ: ''اِن حالات میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ نور کسی کے بجھائے بجھ نہ سکے گا بلکہ پوری طرح روشن ہوکر اور ''دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا'' یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے جو ''حرف بحرف'' صحیح ثابت ہوئی۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 477)

حرف بحرف کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اِس زمین کے طول وعرض میں ہر جگہ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا، یورپ، ایشیا اور تمام جزائر میں پہنچا اور ہر جگہ ہر دین و مذہب وفلسفہ اور نظام زندگی پر غالب آیا۔اُن سب کو ذمیوں کی طرح رہنے پر مجبور کیا۔اور پوری نوع انسان سے اللہ کا بادشاہِ ارض وسما ہونا منوالیا۔

قارئین خود سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہوسکتا ہے؟ عہدِ رسولؐ میں رسولؐ کے ہاتھوں تو الگ؛ یہ صریح پیش گوئی تو آج تک ایک منٹ کے لئے بھی حرف بحرف صحیح ثابت نہیں ہوئی مودودی والا اسلام سینکڑوں فرقوں میں بکھر کر تباہ ہو گیا۔مسلمان نام کے لوگ ساری دنیا میں بھکاری وذلیل ہیں۔

(ہ) تمام رسولوں کی بعثت کی غرض اگر بقول علامہ ساری دنیا کی اقوام و مذاہب و نظامہائے زندگی پر غلبہ تھا تو بھی وہ غرض پوری نہ ہوئی

یہ بھی نوٹ کریں کہ مودودی نے اپنی پہلی تشریح میں تمام رسولوں کی بعثت کی غرض دنیا کے تمام ادیان و مذاہب اور نظامہائے زندگی پر غلبہ اور اللہ کی ہمہ گیر حکومت قائم کرنا لکھی

ہے۔اور ظاہر ہے اور خود مودودی کے مسلمات میں سے ہے کہ کسی سابقہ رسوؐل کو بھی ساری دنیا میں ایسا غلبہ اور روئے زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنا نصیب نہیں ہوا۔لہٰذا لازم ہے کہ اللہ کا یہ تین جگہ دہرایا ہوا وعدہ واعلان اور پیشنگوئی حرف بحرف پوری ہو، اور محمدؐ کو تمام ادیان و مذاہب اور نظامہائے زندگی پر مکمل غلبہ ملے اور پوری دنیا میں حکومتِ خداوندی قائم ہو۔اُسی دن کو ''یوم الدین ''یعنی'' دین کے غالب آنے کا دن''یعنی تمام انبیاورُسل علیہم السلام کواُن کی سعی اور قربانیوں کی جزا ملنے کا دن۔یعنی جنت وجہنم ملنے کا دن نہیں بلکہ نیکیاں نیکوں کواور برائیاں بُروں کو ملنے کا دن۔یعنی اُن تمام وعدوں کے پورے ہونے کا دن جن کو اس دنیا میں پورا کرنے کا وعدہ اللہ نے کیا تھا۔اور وہ میعاد ومشیّت کی بنا پر ساتھ کے ساتھ پورے نہ ہو سکے۔لہٰذا تمام محروم الجزا لوگوں کو جزا ملنے کا دن۔

(و) **<u>وعدے والے تینوں مقامات میں قریش کو دوبار مشرک اور دوبار کافر فرمایا گیا اسلئے کہ وہ اقتدار میں شرکت چاہتے اور حق چھپاتے تھے</u>**

سابقہ آیات (32 تا 9/33، 48/28،7 تا 61/9) میں دومرتبہ یہ فرمایا ہے کہ:

'' ہم اپنے نور کوانتہائی مقام تک پہنچائیں گے خواہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے۔''

اور دوہی دفعہ یہ بتایا ہے کہ:

''ہم رسوؐل اللہ کو دین کے ہر ہر پہلو پر غلبہ عطا کریں گے خواہ مشرکوں کو گراں گزرتا رہے۔''

ہم کفر کے معنی مودودی کے قلم سے ''حق کو چھپانا'' ثابت کر چکے ہیں لہٰذا قریشی مسلمانوں کو 9 ہجری تک حقائق اسلامی کے چھپانے والا اور اَتمام نوؐر کو ناپسند کرنے والا مجرم فرمایا گیا ہے۔ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ قریشی صحابہ اقتدارِ حکومت میں شرکت چاہتے تھے۔اور اس شرک کوانہوں نے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔(آل عمران 152 تا 3/154)اور آخر انہوں نے قومی حکومت بنا کر وہ حکومتِ الٰہیّہ میں اللہ کے شریک رہے لہٰذا وہ مسلمان مشرک اور مسلمان کافر تھے۔اور قیامت تک وہی حقیقی کافر ومشرک رہیں گے۔

19۔ تمام وعدے پورے کئے جانے کا وقت اور میعاد وہی ہونا چاہیئے جب تمام انسانوں کی ہر امید و تمنا و کوشش و کردار انتہا کو پہنچ جائے

یہاں تک قارئین نے یہ دیکھ لیا ہے کہ انسانوں کو اُنکے اعمال کی جزا اِسی دنیا میں ملنا چاہیئے تھی۔ اور نیکوکاروں کو اس دنیا کی زندگی میں کسی قسم کا رنج وغم اور خوف و تشویش نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مشیّت کے دھارے کو بہنے دیا گیا تا کہ انسانوں کی اُمیدوں اور تمناؤں کا سلسلہ مکمل ہو جانے کے بعد جزا و سزا مکمل طور پر ملے اور کوئی چیز ادھوری نہ رہ جائے۔ اور کسی قسم کی کمی بیشی اور خامی نہ رہنے پائے۔ نہ قوانین کے استعمال میں اور نہ لوگوں کے عمل و خیال میں۔ تا کہ اللہ کا یہ اصول پوری طرح کارفرما رہے اور کسی کو کوئی عذر نہ رہ جائے۔

(1) نجات و ہلاکت کا خدائی اصول؟

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o(انفال 8/42)

''اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تم مخصوص دُنیا کے یکساں کنارے پر تھے اور وہ دُور والے کنارے پر تھے اور سوار دستہ تم سے نشیب کی طرف تھا اور اگر کہیں تم نے پہلے سے قرارداد اور وعدہ کر لیا ہوتا تو تم ضرور اُس موقع پر وعدہ خلافی اور پہلو تہی کر جاتے۔ لیکن اللہ نے تمہیں یہ موقع ہی نہ دیا کہ تم گڑبڑ کر سکتے اور اللہ نے جو فیصلہ کر لیا تھا اُسے ظہور میں لے آیا۔ تا کہ جسے دینی طور پر تباہ ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کو سمجھ کر، جان بوجھ کر دُنیا و آخرت میں تباہ ہو۔ اور جسے دین و دنیا میں حیاتِ ابدی حاصل کرنا ہو وہ بھی روشن دلائل سے حقیقت کو سمجھ کر زندگی حاصل کرے۔ اور اللہ تو یقیناً دونوں حالتوں کا عالم اور سننے والا ہے۔''

(2) بیان الامامۃ اور انسانی جزا و سزا کے بیان میں ترجمہ کو الفاظِ قرآن کے ساتھ کس دیا گیا ہے

ہمارے اس ترجمہ میں نجات اور ہلاکت جزا اور سزا کے قانون کا لحاظ رکھتے ہوئے لفظ ''دُنیا'' پر قریش کے دونوں (مسلمان اور مخالف) گروہوں کو لا کھڑا کر دیا ہے تاکہ نجات و ہلاکت کا اصول فٹ ہو کر بات واضح ہو جائے۔ تفسیری ترجمہ میں جنگ بدر کی رعایت ملحوظ تھی وہاں لفظ ''دُنیا'' کو عام چھوڑ دیا تھا۔ (تفصیل تفسیر احسن التعبیر میں) بہرحال یہ قانون سامنے آ گیا کہ کسی بھی شخص کو نہ ''نجات'' اتفاقیہ مل سکے اور نہ کسی کی دین و دنیا اتفاقیہ تباہ ہونے پائے۔ اسلئے اللہ نے اپنے وعدوں اور مِیعَاد کے ساتھ جزا اور سزا کو باندھ کر رکھا تھا اور انسانوں کو پورا پورا موقع دیا تھا۔ اس طویل موقع کے باوجود بھی لوگ مزید موقع مانگنے کی کوشش کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

(3) سزا اور جزا کے لئے زندگی بھر کا موقع دیا جانا بھی مجرموں کے لئے کافی نہ ہوا مزید مہلت طلب کرنا

چنانچہ مجرموں سے جب دریافت کیا گیا کہ: **اَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فَكُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ o** (مومنون 23/105)

<u>مودودی ترجمہ:</u> ''کیا تم وہی لوگ نہیں ہو؟ کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم اُنہیں جھٹلاتے تھے؟'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 301)

<u>مجرموں نے جواب دیا کہ:</u> **قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَيۡنَا شِقۡوَتُنَا وَكُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّيۡنَ o رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ o** (مومنون 107-23/106)

''مجرموں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر دوسروں کو محتاج بنانے میں مقابلہ بازی غالب آ گئی تھی اور ہم پوری کی پوری قوم گمراہ ہو کر رہ گئے تھے۔ پروردگارا ہمیں اُس محاسبہ کی گرفت سے نکال دے اگر ہم اب کے پھر وہی اعمال کریں تو واقعی

ہمارے معیار پر بھی ہم ظالم ٹھہریں گے۔''

(4) یہ قریشی مسلمانوں کی قوم تھی اور اُنہوں نے نیک بندوں اور اختلاف کرنے والوں کو مسخر کر کے اُن کا مضحکہ اُڑایا اور اُن کی ضد میں اللہ کو بھلا دیا تھا؟؟

اللہ نے جواب میں فرمایا کہ:

قَالَ اخۡسَئُوۡا فِيۡهَا وَ لَا تُكَلِّمُوۡنِ o اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا، فَاغۡفِرۡ لَـنَا،وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ o فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰٓى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَكُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ o اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَo (مومنون 108 تا 23/111)۔ اللہ کا جواب ترجمہ میں سنیئے:

اللہ کا جواب، قریشی حکومت اور خلفا کی کارکردگی کا نقشہ

''مواخذہ کی ذلتیں برداشت کرو اور میرے منہ نہ لگو۔ تم تو وہی قوم ہو جس نے میرے بندوں کے اُس فرقہ کو مجبور ومحتاج کر کے دنیا میں ہمیشہ مسخر اور زیردست رکھا اور اُنکو مضحکہ بنا دیا تھا۔ صرف اسلیئے کہ اُن کا قول یہ رہتا چلا گیا کہ ''اے ہمارے پروردگار۔ ہم نے ایمان اختیار کرلیا ہے لہٰذا اب ہماری حفاظت کر اور ہم پر رحم وکرم جاری رکھ اور تُو تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ اور بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تم نے اُنکے خلاف اس طرح جم کر اور محو ہو کر مہم چلائی کہ تم نے میرے ذکرؐ کو بھی بُھلا دیا۔ آج میں نے اُن کو اُنکے صابرانہ عملدر آمد کی جزادی ہے اور وہی لوگ ہیں جو فائز المرام ہوئے ہیں۔''

قارئین نوٹ کریں کہ اِن آیات (108 تا 23/111) میں اُسی دن کا ذکر ہو رہا ہے جس کو تین دفعہ دہرائے ہوئے وعدے میں بھی ''يَوۡمُ الدِّيۡن'' یا ''دِيۡن'' کے اور محمدؐ کے غلبہ کا دن فرمایا گیا ہے۔ اور یہی دن ہے جسے اللہ نے اپنی حکومت و مالکیت کا دن اور خود کو اُس دن کا مالک (مَالِكِ يَوۡمُ الدِّيۡن) فرما کر اُسے یَوۡمِ جزا قرار دیا ہے۔ یہی وہ دن ہے جس روز قریش کا پہلا سربراہ اپنا بیان دے گا اور بتائے گا کہ اُس نے کن حالات میں

حضرت علی علیہ السلام کی جگہ قومی حکومت بنا کر سربراہی قبول کی تھی۔

(الف) **عدالتؐ عالیہ کے حضور میں قریشی حکومت کے سربراہ کی پیشی اُس کو اَلظَّالم کا لقب دیا گیا ہے؛ اُس کی بےقراری، اپنے یار کی غداری کی وضاحت**

قارئین اب وہ نظارہ دیکھیں جو یوم الجزا یا رجعت کے بعد سامنے آنیوالا، اور قرآن میں چودہ سو سال سے لکھا چلا آ رہا ہے، قرآن سنیئے:

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا o اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا o وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا o يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا o لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا o وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا o وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا o (فرقان 25 تا 25/31)

''اور اُس روز آسمان کو چیرتا پھاڑتا ایک بادل سا معلوم ہونے والا تخت (الحاقۃ 69/17) نمودار ہوگا۔ اور اُسکے اوپر سے فرشتوں کے غول درغول لگا تار اُتارے جائیں گے۔ اُس دن حقیقی حکومتِ الٰہیّہ خالص رحمٰن کیلئے قائم ہوگی اور اُس حکومتِ الٰہیّہ کے دوران حقائق کو چھپانے والوں کے لئے دن گزارنا بہت کٹھن ہوگا۔ اور اُسی روز وہ بانیٔ ظلم وستم شخص اپنے اُن ہاتھوں کو چباتا ہوا پیش ہوگا جن سے اُس نے قومی حکومت بنانے میں بیعت لی تھی۔ اور حکومت الٰہیّہ کے حق کو چھپایا تھا۔ وہ اپنے بیان میں کہے گا کہ ''کاش میں نے محمدؐ رسوؐل اللہ کی طرزِ حکومت کو اپنایا ہوتا۔ وائے برحالِ ما، کاش میں نے فلاں شخص کو دین کے بدلے میں اپنا یار بنا کر اپنی دنیا وآخرت تباہ نہ کی ہوتی۔ یقیناً اُس یار نے مجھے ایسی حالت میں بھی حکومتِ الٰہیّہ سے گمراہ کر دیا جبکہ مجھے قومی حکومت سے باز رکھنے کیلئے رسوؐل اللہ میرے پاس آ

چکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا وہ یار ایک مجسم شیطان ثابت ہوا جس کا کام ہی یہ ہے کہ انسانوں کو تباہی میں ڈال کر بے یار و مددگار چھوڑ جائے۔ اور محمدؐ رسول اللہ نے تو اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ: ''اے میرے پروردگار میری اِس قوم نے بلاشبہ اِس قرآن سے ہجرت کر کے، اور اُس یار کو لیڈر و راہنما بنا کے، مہجور کر دیا ہے یعنی اپنے اخذ و استنباط سے قرآن کو اس ترکیب سے چھوڑا ہے کہ چھوڑا ہوا معلوم نہ ہو۔''

اس شکایت اور بیانِ حقیقت سے متفق ہو کر اللہ نے جواب دیا تھا کہ:

''تیری قوم نے وہی کچھ کیا جو سابقہ اقوام کرتی رہی ہیں۔ اور یہ اِسلئے کہ ہم نے ہر نبیؑ کے مدِّ مُقابل جرائم پیشہ لوگوں کو اُنکا دشمن بنائے رکھا ہے۔ اور تیرے معاملہ میں اور قرآنی تعلیمات کی صحیح تنفیذ کے سلسلے میں اللہ تیری نصرت و راہنمائی کیلئے کافی ہے۔'' (فرقان 25 تا 25/31)

معلوم ہوا کہ انسانی مہلت اور میعاد مکمل ہو جانے کے بعد پہلا کام قیامِ حکومت اِلٰہیّہ ہوگا تاکہ قرآنی وعدوں کے مطابق حضرت محمدؐ سربراہِ عصرؑ والزمان کو اسلام اور کائنات کے ہر گوشے، ہر پہلو اور ہر جُز پر کُلیّۃً غلبہ عطا کیا جائے اور نوعِ انسان کیلئے وہ تمام وعدے پورے کئے جائیں جو اس دنیا میں پورے ہونا طے کر دیا گیا تھا اور سب سے پہلے قریش کو ماخوذ کیا جائے جو نورِ محمدیؐ کو بجھانے اور چھپانے کیلئے قرآن کو مہجور کئے رہے اور تعلیماتِ قرآنیہ کو اس انداز سے پیش کرتے رہے کہ اُنکی قومی حکومت قائم ہوئی تو خلافتِ الٰہیّہ کہلانے لگی اور حقیقی حکومتِ اِلٰہیّہ کا تصور تک مٹ گیا۔ مندرجہ بالا تازہ بیان (25 تا 25/31) میں عہدِ رسوؐل کے دو یاروں کا باقاعدہ تذکرہ ہو گیا ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کہ قرآن نے دو بنیادی یاروں کا پردہ چاک کر کے دونوں کا مواخذہ کیلئے حاضر ہونا اور اقبالِ جرم کرنا دکھا دیا ہے۔ اُن ہی میں سے ایک یار کا بیان یہ ہے کہ:

(ب)...... فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ

<u>الْقَاضِيَةَ</u> o مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ o هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ o خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ o ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ o ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ o اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ o وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ o فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ o وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ o لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ o فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ o وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ o اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ o وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (حاقہ 25 تا 69/43)

"چنانچہ وہ کہے گا کہ: "اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی گئی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اور درایت ودلیل سے مجھے یہ بھی نہ جاننا پڑتا کہ میرا حساب کیا کیا ہے، اَے کاش میری پہلی ہی موت فیصلہ کن ہوتی، مجھے میرے مال و دولت نے آخر کارغنی نہ رہنے دیا۔ مجھ سے میری سلطانی اور حاکمیت وسلطنت بھی چھن گئی۔" یہی نہیں بلکہ حکم جاری ہو چکا ہے کہ اُسے "پکڑ کر گرفتار کرو، طوق وغیرہ پہناؤ پھر اُسے شدید ترین گرم قید میں رکھو۔ پھر اُسے ایسی ایک زنجیر میں پیش کرو جس کی لمبائی ستر ہاتھ کی ہے۔" یقیناً یہ وہی شخص ہے جو اللہ پر اُس کی عظمتوں کے ساتھ ایمان نہ رکھتا تھا۔ یعنی اللہ کے وجود کا تو منکر نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ شخص کبھی مساکین ویتامٰی کی پرورش کے نظام میں رغبت رکھتا تھا۔ آج یہاں اُس کے <u>یاروغم خوار مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں</u> (25/27-28) نہ ہی زخموں کے دھووَن کے علاوہ اُس کے لئے کوئی اور غذا ہے۔ اِس خوارک کو خطائے اجتہادی کو جائز ماننے والوں کے سوا اور کسی کو نہیں دیا جاتا ہے۔ یقیناً میں اُس حقیقت کی بھی قسم کھا کر کہتا ہوں جو تمہیں دکھائی دیتی ہے اور اُس حقیقت کی بھی قسم کھا کر بتاتا ہوں جو تمہارے مشاہدے میں نہیں آتی۔ کہ "یہ قرآن درحقیقت رسوؐل کریم ہی کی صرف ایک بات ہے۔ اور قرآن ہرگز کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ اَے قریشی لیڈرو تم تو ایمان بھی بہت ہی گھٹا گھٹا کر لاتے ہو۔ یہ قرآن کسی کاہن کا قول بھی نہیں

ہے تم لوگ تو قرآن کا تذکرہ بھی بہت کم کرتے ہو۔قرآن تمام عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسوؐل کریم کی ایک بات کی حیثیت میں نازل کیا ہوا ہے۔''

اِن آیات میں ثابت ہوگیا کہ **یَوۡمُ الجزا** یا **یَوۡمُ الدِّین** کا قیام قریشی قوم کو بے دست وپا کرنے کیلئے ہے۔اوراس بیان کا سامان اورلب ولہجہ وہی ہے جو سابقہ بیان (25 تا 25/29) تک تھا۔یعنی اس بیان میں قومی حکومت کی پالیسی بنانیوالا اور قریش کو پہلی حکومت سونپنے والا بولتا رہا ہے جسے اپنے خودساختہ عقائد کی رُو سے یہ یقین تھا کہ اُسکی حکومت کو باطل قرار دیکر اوراُسے مجرم کی صورت میں ماخوذ نہ کیا جائیگا۔

20۔ دُنیا میں جزا کیلئے زندہ کرنا اور قیامت کے آخری فیصلے کیلئے زندہ کرنا دومختلف باتیں ہیں،محروم الجزا لوگ دومرتبہ زندہ کئے جائینگے

اِس آخری بیان میں قریشی سربراہ نے یہ سمجھا تھا کہ اُس کی پہلی موت ہی آخری موت ہوگی۔اسلئے اُس نے بطورِافسوس اورحادثہ کے یہ کہا تھا کہ:

یٰلَیۡتَهَا کَانَتِ الۡقَاضِیَةَ o؟ (حاقہ 69/27)

مودودی ترجمہ: ''کاش میری وہی موت (جودنیا میں آئی تھی) فیصلہ کُن ہوتی۔''
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 76)

چنانچہ معلوم ہوا کہ قریشی لیڈراوراُنکے علما یہی عقیدہ رکھتے اوردُنیا میں پھیلاتے رہے ہیں کہ دُنیا میں ایک موت کا آنا کافی ہے۔اُسکے بعد صرف ایک مرتبہ قیامت میں زندہ کیا جائیگا اور اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں، ابدی زندگی گزارنے کیلئے، داخل کر دیا جائیگا۔اِسی عقیدہ کی وجہ سے اُنہوں نے عقیدۂ رجعت کا انکار کیا اوراُس تمام تفصیلی محاسبے اور تفصیلی جزا وسزا کا چھپا دینا ضروری سمجھا جس کے وعدوں سے قرآن لبریز ہے۔اوروہ اسلئے کہ دین کا غالب ہونا اور تفصیلی محاسبہ اور جزا وسزا کا دیا جانا آخری سربراہِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں انجام پانا تھا اوروہ نہیں چاہتے تھے کہ اس دنیا میں علی واولادِ علی

صلوٰۃ اللہ علیہم کی حکومتِ الٰہیہ کا تذکرہ زبان پر آئے۔

(الف) محرومِ الجزا لوگوں کو زندگی گزارنے کے بعد دو مرتبہ زندہ کیا جائے گا اوّل جزا کے لئے پھر آخری حساب کے لئے قیامت میں، باقی لوگوں کو صرف قیامت میں ایک دفعہ زندہ کیا جائے گا

یہاں تک ہم نے قرآن کریم کی بہت سی آیات سے یہ دکھا دیا ہے کہ جسے قریشی علما و عوام قیامت سمجھتے ہیں اُس میں حضرت آدمؑ سے لے کر اوّلین صور پھونکنے تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کو زندہ کر کے جمع کیا جائیگا اور فیصلہ کے بعد لوگوں کو استحقاق کی بنا پر جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل کر دیا جائیگا۔ یعنی اُنکے نزدیک اس دنیا میں زندگی گزار کر مرنے والا ہر شخص صرف قیامت میں ایک دفعہ زندہ کیا جائیگا۔ اور قرآنی حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں دو طرح کے آدمی ہیں اور دونوں کیلئے الگ الگ طریقے استعمال کئے جائینگے۔ اوّل وہ جنہیں اِس دُنیا میں وہ جزا نہ ملی جو قرآن کے وعدوں کے مطابق اسی دنیا میں ملنا چاہیئے تھی اور وہ اپنی زندگی گزار کر مر گئے اور دنیاوی جزا سے محروم رہے۔ اُنہیں اسی دنیا میں اُن کی جزا دینے کیلئے زندہ کیا جائے گا۔ یہ اِس دنیا میں اُن کی دوسری زندگی ہوگی۔ اس دوسری زندگی میں وہ وعدوں کے مطابق بھرپور جزا پا کر مر جائیں گے۔ یعنی یہ موت اُن کی اس دنیا میں دوسری موت ہوگی۔ پھر آخری فیصلے کے لئے انہیں قیامت کے صور سے زندہ کیا جائے گا۔ یہ اس دنیا میں اُن کا پھر سے زندہ ہونا ہوگا۔ اور اب وہ تیسری ابدی یا دائمی زندگی جیئیں گے۔ نیک لوگ جنت میں اور بدکردار لوگ جہنم میں۔

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جن کو دنیا میں متعلقہ جزا ملتی رہی اور وہ زندگی گزار کر مرتے رہے۔ وہ مرنا اُن کا پہلا مرنا تھا۔ اب اُنہیں قیامت کے صور سے زندہ کیا جائے گا۔ یہ اُن کا پہلا زندہ کرنا ہوگا۔ اور یوں زندہ ہو کر وہ بھی جنت یا جہنم میں دائمی زندگی گزاریں گے۔ یہ اُن کی دوسری زندگی ہوگی۔ یعنی یہ دوسری قسم کے لوگ نہ اس دنیا میں دو مرتبہ زندہ کئے

جائیں گے نہ انہیں زندگی گزارنے کے بعد دومرتبہ موت ہی آئے گی۔ لہٰذا وہ اس دنیا میں صرف ایک مرتبہ مرے اور قیامت میں ایک دفعہ زندہ ہوئے اور بس۔

(ب) **دومرتبہ زندہ کئے جانے والے اور دوزندگیاں گزار کر دومرتبہ مرنے والے انسان یعنی دنیامیں دوبارزندگی گزارنے والوں کا وجود**

قرآن سنیئے اور ہمارے عنوانات کی حرف بحرف تصدیق دیکھیئے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ o رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْ تَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ o وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِیْمَان فَتَكْفُرُوْنَ o قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَابِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ o ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ o (مومن 7 تا 40/12)

''عرش کو اُٹھانے والے حضرات بھی اور وہ حضرات بھی جو عرش کے گردوپیش رہتے ہیں وہ سب کے سب اپنے پروردگار کی ہمہ گیری کو حمد وثنا کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور روز افزوں ایمان لاتے چلے جاتے ہیں۔ اور صاحبان ایمان لوگوں کیلئے یوں دعا مانگتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار تو اپنی کائناتی رحمتؑ اور علمؑ کے ذریعہ ہر ہر چیز پر وسیع احاطہ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا تو اُن لوگوں کو گناہوں سے تحفظ عطا فرما جنہوں نے غلط راہ چھوڑ کر تیری طرف اصلاح کیلئے توجہ کی ہے اور تیری راہ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ اور اُنہیں شدید آگ کے عذاب سے بچالے۔ اور اے ہمارے پروردگار اُن مومنین کو اُن ہمیشہ باقی رہنے والے باغات میں داخل کرنا جن کا تو نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے۔

اور اُنکے والدین واجداد کو اور اُن کی ازواج اور ذُرّیت میں سے جو اصلاح یافتہ ہوں اُن کو بھی اُن مومنین کے ساتھ ساتھ اُن ہی باغات میں داخل فرما دینا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تُو یہ سب کچھ کرنے پر غالب حکمت والا ہے۔ اور اُن سب کو اُس روز اُن کی کی ہوئی برائیوں سے بچا دینا اور جس کسی کو تُو اُس روز اُس کی برائیوں سے بچالے گا تو یقیناً اپنی رحمتؑ ہی سے بچائے گا اور یہ بچ جانا اُس کی عظیم الشان کامیابی ہوگی۔ جن لوگوں نے حقائق اسلامی کو چھپائے رکھا تھا یقیناً اُن کو پکار کر بتایا جائیگا کہ ''آج تمہیں جس قدر شدید غصہ اپنے اوپر آرہا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر اللہ کو تم پر اُس وقت غصہ آتا تھا جب تمہیں مکمل مجسمؑ ایمان کی اطاعت کی دعوت دی جاتی تھی تو تم ایمانی حقیقت کو چھپایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ''اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دو مرتبہ زندگی دے کر دو دفعہ موت سے دوچار کر چکا ہے اور ہم نے گناہوں کا اعتراف بھی کر لیا ہے اب یہ بتا دے کہ کیا کوئی ایسا طریقہ باقی ہے جس پر عمل کر کے ہم عذاب سے نکل سکیں؟'' اُن سے کہا جائیگا کہ ''تمہارے لئے اب مستقل عذاب کا وہ حکم اس بنا پر ہے کہ جب بھی تمہارے لیڈروں کو الگ کر کے اللہ کو واحد و یکتا قرار دیا جاتا تھا تو تم اُس حقیقت کو چھپا لیتے تھے اور اگر اللہ کے ساتھ تمہارے لیڈروں کی شرکت کی بات ہوتی تھی تو تم ایمان لے آتے تھے۔ بہر حال حکومت اور حکمرانی تو بڑے علی اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔''

(ج) قرآن کے اس طویل بیان (مومن 7 تا 40/12) میں یَوْمُ الْجَزَا اور یَوْمُ الْقِیَامَۃ اور دونوں دنوں میں پیش ہونے والوں کی صورتِ حال مکمل موجود ہے

ان آیات کی ابتدا میں اُن حضرات علیھم السلام کی بات ہوئی ہے جو عرشِ خداوندی کو یعنی مرکزِ حکومتِ خداوندی کی ذمہ داریاں روز ازل سے اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو حضراتؑ اُن ذمہ داریوں کی ادائیگی اور انتظام میں شریک رہتے ہیں اور ہم محمدؐ، آئمہؑ معصومینؑ، ملائکہ اور انبیا علیھم السلام کو مرکزِ حکومتِ خداوندی کا مشہود نظام قرار دیتے

ہیں۔اُن ؑہی کوہم ادارۂ نبوّت لکھتے رہے ہیں۔

<u>مودودی کا عرشِ خداوندی پر بیان:</u> پہلے مودودی کا وہ ترجمہ دیکھیں جوانہوں نے قرآن میں پہلی مرتبہ لفظِ عرش وارد ہونے پر کیا تھا:

ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ (اعراف 7/54) ''پھراپنے تختِ سلطنت پرجلوہ فرما ہوا۔''
(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 36)

یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے کہ اللہ کوایک تخت پر بٹھا دیا جائے۔درحقیقت مودودی اینڈ کمپنی یہ نہیں مانتی کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مادی ومشہود ظہور کا ذریعہ بنایا تھا (حدیث قدسی) اس لئے وہ یہ کیوں کہیں کہ نورِ محمدؐی کواللہ نے عرش پرجلوہ افروز کیا ہوا ہے۔

مودودی کی تشریح میں عرش کا بیان: بہرحال مودودی کی تشریح سنیئے:

''41 خدا کے اِسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡش (تخت حکومت پر جلوہ فرما، ہونے) کی تفصیلی کیفیت کوسمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کواپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کراپنی تجلیات کو وہاں مُرتکز فرما دیا ہواوراُسی کا نام عرش ہوجہاں سے سارے عالم پروجوداورقوت کا فیضان بھی ہورہاہےاورتدبیرِ امر بھی فرمائی جارہی ہے۔'' (تفہیم 2 صفحہ 36)

<u>مندرجہ بالا آیات کی ہماری تشریح کوآگے بڑھایئے</u>

لہٰذا تصدیق ہوگیا کہ حاملانِ عرشِ خداوندی یہ چاہتے ہیں کہ ساری نوع انسان فلاح یافتہ ہو جائے اوراللہ کی ہدایات پرعمل کرکے فائز المرام ہو۔اسلئے وہ حضرات نوع انسان کی بھلائی کیلئے اللہ سے دعائیں کرتے رہتے ہیں چنانچہ اِن آیات (7 تا40/12) میں اُن کی دعا بھی مذکور ہوئی ہے۔اِس دعا میں نوٹ کرنے کی پہلی بات یہ ہے کہ جس زمانہ میں وہ مومنین کومحفوظ رکھنا چاہتے ہیں وہ زمانہ ایسا ہے جس میں تمام رشتہ داریاں اورنسب منقطع نہیں ہوگا۔یعنی اُنکی دعا کا پہلا درجہ قیامت سے متعلق نہیں جس میں تمام رشتے اورانساب منقطع

ہوجانا قرآن (مومنون 23/101) میں مذکور ہے۔یعنی زیرِ دعا زمانہ یَوْمُ الجزا ہے اور یَوْمُ الْقِیَّامۃ نہیں ہے۔اور یہی وہ یوم الجزا ہے جس میں جہنم سے نہیں بلکہ جحیم سے بچانے کی دعا کی ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ جولوگ یوم الجزا میں جحیم کے عذاب سے محفوظ رہینگے وہ خود بخود جہنم سے محفوظ اور ابدی جنت کے مستحق ہو جانیوالے ہیں اور یہ بھی اس دعا میں شامل ہے اور مع اہل وعیال وغیرہ کے شامل ہے۔اور یوم الجزا ہی میں برائیوں کی جزا برائیوں سے ملنے والی ہے۔اور اُن حضراتؑ نے مومنین کو اُسی دن سیئات سے بچانے کیلئے بھی دعا کی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اُن آیات میں ساتویں آیت سے لے کرنویں آیت تک قیامت یعنی آخری محاسبے کا بیان نہیں بلکہ یَوْمُ الدِّین یا یَوْمُ الجزا یا دین کے مکمل غلبے کا بیان ہے۔اور دسویں آیت سے اُن لوگوں کا ذکر شروع ہوا ہے جو دنیا میں سزا سے محروم رہ کر مر گئے تھے۔اُنہیں پہلی مرتبہ زندہ کیا گیا تھا اور اُنہیں اُنکے جرائم کی سزا دینے کے بعد دوسری دفعہ مرجانے دیا تھا۔پھر انہیں آخری محاسبے یا قیامت کیلئے دوسری مرتبہ زندہ کیا گیا ہے اور اب انہیں اُنکے عقائد وتصورات کیلئے ماخوذ کیا گیا ہے تا کہ اُنہیں دائمی جہنم کا فیصلہ سنایا جائے۔اس آخری محاسبہ اور سزا سے بچنے کیلئے وہ عذرات کر رہے ہیں۔اور اپنے دو مرتبہ زندہ کئے جانے اور دو مرتبہ مرنے اور گناہوں کے اقبال کو بطورِ اپیل پیش کیا تھا جو منظور نہیں کیا گیا۔

یہاں قارئین کے سامنے اچھا موقع ہے کہ وہ غور کریں کہ قریش نے قیامت کا پردہ ڈال کر کتنے اہم اور بنیادی حقائق کو چھپا دیا ہے؟ اور جزا وسزا کے متعلق اللہ کے تمام وعدوں اور اصولوں کی تکذیب کر دی ہے۔اُن کی بیان کردہ قیامت میں تو دنیا میں لوگوں کو ایک دفعہ مرنا ہوگا اور قیامت کے صور پر ایک مرتبہ زندہ ہونا ہے اور حساب کے بعد سیدھا جنت یا جہنم میں دھکیل دیا جائے گا اور بس۔

21۔ **یوم الجزا یا یوم الدین یا دین کے غلبے کے روز پوری نوع انسان کو نہیں بلکہ صرف محروم الجزا لوگوں کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا اور جزا دی جائے گی**

ہم نے قیامت یا آخری محاسبے کی شناخت اور امتیاز کیلئے آیات کا انبار پیش کیا ہے۔جس میں بہت سی شناختوں میں سے بہت سادہ اور آسان شناخت یہ ہے کہ قیامت میں آخری فیصلے کیلئے ساری نوع انسان کو زندہ کر کے محشور کیا جائے گا۔اور اُن سب پر حقوق اللہ کے سلسلے میں مواخذہ ہوگا اور جنت وجہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل کر دیا جائے گا۔اِس سب سے اہم اور آسان پہچان کو سامنے رکھ کر یہ آیات پڑھیں اور قیامت و یوم الدین میں امتیاز فرمائیں۔

(الف) **تمام اوّلین اور آخرین اُمتوں میں سے صرف اُن لوگوں کو محشور کیا جائے گا جو آیاتِ خداوندی کی خلاف ورزی سے قرآن کی تکذیب کرتے رہے**

وَ یَوۡمَ نَحۡشُرُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوۡجًا مِّمَّنۡ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ o حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡ قَالَ اَکَذَّبۡتُمۡ بِاٰیٰتِیۡ وَلَمۡ تُحِیۡطُوۡا بِھَا عِلۡمًا اَمَّاذَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ o وَ وَقَعَ الۡقَوۡلُ عَلَیۡھِمۡ بِمَا ظَلَمُوۡا فَھُمۡ لَا یَنۡطِقُوۡنَ o اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا الَّیۡلَ لِیَسۡکُنُوۡا فِیۡہِ وَ النَّھَارَ مُبۡصِرًا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ o (النمل 83 تا 27/86)

''اور اُس دن کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے جس روز ہم تمام اُمتوں میں سے صرف اُن لوگوں کی ایک فوج کو محشور کر کے ترتیب دینگے جو ہماری آیات کی خلاف ورزی کر کے جھٹلایا کرتے تھے۔جب وہ ہمارے سامنے پیش ہونگے تو اُن سے پوچھا جائیگا کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں بھی جھٹلانا جاری رکھا جب کہ تمہیں اُن پر علمی احاطہ حاصل نہ تھا؟ یہ نہیں تو پھر تم کیا سمجھ کر جھٹلانے کا کام کرتے رہے؟اور آخر اُن پر اُنکی غلط کاریوں اور مظالم کیلئے مواخذہ اور سزا کی بات واقع ہو کر رہی اور وہ بولنے اور جواب دینے کے قابل نہ رہے۔کیا اُنہوں نے یہ نہ دیکھا اور سمجھا تھا کہ ہم نے راتیں

سکون فراہم کرنے کیلئے بنائی ہیں اور دن کو بصیرت افروزی کیلئے بنایا ہے اور یہ کہ اُن دونوں میں مومنین کی قوم کیلئے بہت سے معجزات ہیں۔"

(ب) **اس صورتِ حال کے فوراً بعد مسلسل قیامت کا الگ سے تذکرہ فرما کر دونوں کو الگ کر دیا ہے؛** مسلسل فرمایا کہ:

وَ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ وَ کُلٌّ اَتَوۡہُ دٰخِرِیۡنَ o وَ تَرَی الۡجِبَالَ تَحۡسَبُہَا جَامِدَۃً وَّ ہِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنۡعَ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ اِنَّہٗ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَفۡعَلُوۡنَ o مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیۡرٌ مِّنۡہَا وَ ہُمۡ مِّنۡ فَزَعٍ یَّوۡمَئِذٍ اٰمِنُوۡنَ o وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَکُبَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ فِی النَّارِ ہَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ o (النمل 87 تا 27/90)

"اور ابھی تو اُن پر وہ دن بھی آنے والا ہے جس روز صور پھونکا جائیگا اور سوائے اُن لوگوں کے جنکو اللہ چاہے گا باقی سب کو، خواہ آسمانوں میں ہوں یا زمین پر ہوں ہولنا کی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور تم سمجھوگے کہ پہاڑ اپنی جگہ پر جمے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت وہ بادلوں کی مانند چل رہے ہونگے یہ اللہ کی صنعت اور کاریگری کا مظاہرہ ہوگا جس نے کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات کو مربوط و استوار کر رکھا ہے۔ اور حد یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے حقیقی طور پر باخبر و خبیر ہے۔ چنانچہ قیامت میں جو کوئی اچھائیاں لے کر آئیگا اُسے (وہ اچھائیاں نہیں بلکہ) اُن اچھائیوں سے بہتر ملے گا۔ اور جو کوئی برائیاں لے کر آئے گا اُسے (وہ برائیاں نہیں بلکہ) اوندھے منہ آگ میں پھینکا جائے گا۔ کیا تم اُس کے سوا کوئی اور جزا پاسکتے ہو کہ تمہیں بُرے عمل کا بدلہ بُرا ملے؟"

(ج) **شکوک وشبہات رفع کرنے والی چند ضروری باتیں**

پہلے اللہ کے اِن دونوں بیانات (الف) اور (ب) کا فرق نوٹ کر کے آخری محاسبہ اور آخری فیصلہ کو اُسی اصول پر الگ الگ کرلیں کہ آیات (83 تا 27/86) میں ساری

اُمتوں کے بجائے تمام اُمتوں میں سے ایک فوج کو محشور کیا جانے والا ہے۔فوج اس لئے فرمایا کہ وہ ایک با قاعدہ اللہ کے خلاف شیطان کا منظّم گروہ ہوگا اور اس لئے بھی کہ اُنہوں نے انبیاء علیھم السلام کے خلاف فوج کشی اور قتل وغارت بھی جاری رکھی تھی۔دوسرے بیان (87 تا 27/90) میں پوری نوع انسان ہی نہیں بلکہ تمام اہل سماوات اور اہل زمین میدانِ حشر میں جمع اور دہشت زدہ ہوں گے اور ان آیات (89 تا 27/90) میں جو جزا ملے گی وہ وہی نہ ہوگی جو یوم جزا میں ملنا طے ہے۔یعنی نیکی کے بدلے میں نیکیاں اور برائیوں کے بدلے میں برائیاں ملنے کا ذکر نہیں بلکہ نیکیوں کے بدلے میں اُن نیکیوں سے بہتر جزا فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اب اُن کے لئے جنت ہی ہے جہاں وہ سب کچھ ملے گا جو اُن کے تصور و خیال میں اُس وقت تک تھا یا جنت کے ماحول میں جا کر جو خیال وتصور آئندہ آتے رہیں۔اُدھر برائیوں کے بدلے میں برائیوں کے ملنے کا تذکرہ نہیں بلکہ جہنم میں داخلہ کا ذکر ہے اور جزا کا یہ طریقہ بھی یوم الدین کی جزا سے مختلف ہے۔

(2) اب یہ بھی نوٹ کر لیں کہ اِن دونوں بیانات کو مسلسل ایک دوسرے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔لیکن کہیں کہیں یہ بھی ہوا ہے کہ یوم جزا اور یوم قیامت کو ملا جُلا کر بیان کر دیا گیا ہے۔اور اسی قسم کے مقامات کو قریشی علما نے فریب دینے اور **یوم الدین** کو **یوم القیامۃ** بنا دینے کیلئے استعمال کیا ہے یہ بھی یہیں سمجھ لیں کہ حضرت **حجۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام** ہی وہ ذات پاک ہیں جن کو قائمِ قیامۃ کا لقب دیا گیا ہے۔یعنی وہ آج بھی قائمِ قیامۃ ہیں اور کل بھی قائمِ قیامۃ تھے اور آئندہ بھی قائمِ قیامت رہیں گے۔مطلب واضح ہے کہ جس روز وہ حضورؑ اعلان ظہور فرمائیں گے اس روز بھی آپؑ قائم قیامت ہی ہوں گے۔اُنکے تمام کام اُسی طرح قیامت کو اپنے سامنے رکھ کر ہوں گے۔جیسے تمام انبیاؑ وآئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم نے اپنے ہر عمل میں قیامت کو ملحوظ رکھا تھا۔فرق یہ ہوگا کہ سابقہ انبیاؑ اور آئمہؑ میں قائم قیامت کوئی نہ تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان کے ساتھ ہی عملاً قائمؑ قیامت ہوں

گے۔اُنہیںؑ مکمل دین پر غلبہ حاصل ہوگا یعنی ساری کائنات اور کائناتی قوانین پر غلبہ ہوگا اور اُسی وقت سے قیامت کی ابتدا ہو جائے گی۔یعنی اُن کا سارا دَور ہی دراصل قیامت کا دَور ہوگا۔قیامت کوئی انوکھا لفظ نہیں ہے۔لغت کے باقی الفاظ کی طرح ایک عام اور روزمرہ بولے جانے والا لفظ ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ قریشی پالیسی نے اُسے ایک ''ھَوَّا'' ایک ''حربہ'' بنا کر لوگوں کے دلوں میں بٹھا دیا ہے۔لیکن اِس کے باوجود وہ ڈکشنری کا عام لفظ رہتا چلا آیا ہے۔روزمرہ کی اُردو میں بھی اس مصدر کے بے شمار لفظ بولے جاتے ہیں۔لفظ قِیَــامَۃُ کی بنیاد یا مادہ ''ق۔و۔م'' ہے اور اس مادہ ہی کو اگر ملا کر لکھ دیا جائے یعنی قوم لکھا جائے تو پہلا لفظ ہی ''قَوْم'' بن جاتا ہے۔اس مادہ (ق۔و۔م) سے مصدر بھی قَـــوْمٌ ہی ہے۔اور اسکے معنی ہیں ''کھڑا ہونا''۔اسی مادہ اور مصدر سے الفاظ 1: قیام 2: قائم 3: قامت 4: قِوام 5: اِقامت 6: قَوْمیّت 7: اِستِقامت 8: قِیمَت 9: مَقام 10: قائم مقام وغیرہ بنتے ہیں جو اردو لکھے پڑھے لوگ روزانہ بولتے اور سمجھتے ہیں۔اِنکے علاوہ اور بہت سے الفاظ اُن سے بنتے ہیں جو قرآن اور عربی زبان میں برابر استعمال ہوتے ہیں اِن ہی الفاظ میں سے ایک لفظ قیـامۃ بھی ہے اور اسکے اندر بھی وہی معنی ہیں جو مندرجہ بالا دس الفاظ میں ہیں۔یعنی ''کھڑے ہونا'' اس لفظ کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ یوں تو ساری نوع انسان کو مَتَـاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ (2/36) فرما کر آزاد چھوڑ دیا گیا تھا یعنی اُنہیں اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اور جو چاہے کرنے میں مختار بنا دیا گیا تھا۔اور قوانین فطرت یا مشیّت کو جس طرح چاہیں استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔لیکن مذکورہ بالا گھڑی آتے ہی مہلت واختیارات کے اختتام کا اعلان یعنی اعلانِ ظہورِ حضرتؑ قائم قیامتؑ ہوگیا۔اور اب ساری نوع انسان کو اپنی زندگی کا لیکھا جوکھا چکانے کیلئے کھڑا رہنا ہے۔اس کھڑے رہنے اور کھڑے ہونے کو مختصراً ''قیامۃ'' یا ''قِیَامُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡن'' فرمایا گیا ہے۔اور اسی اعلان سے ''یوم الدین'' شروع ہوتا ہے۔یعنی قیامت (یا کھڑے ہونے) کا مقصد سامنے آتا ہے۔جو دو

اَدوار میں پورا ہوگا۔ پہلا دَور حقوقُ العباد کے ادا کرنے کا دَور ہوگا جیسا کہ بیان ہوتا رہا ہے (نمل 83 تا 27/86) اورظہور کے ساتھ ہی ساتھ شروع ہوگا اور ہزار ہا سال تک جاری رہیگا۔ دوسرا دَور پہلے دَور کے ختم ہوتے ہی شروع ہوگا اور جناب قائم قیامت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان ہی سے ظہور میں آئیگا (قمر 54/6,8، ذاریات 51/41) اور ساری نوع انسان ڈرتی، ہانپتی کانپتی سر جھکائے دوڑتی ہوئی حضوؐر کی عدالت میں حاضر ہو جائیگی اور اب حقوق اللہ پر محاسبہ ہوگا۔ آخری فیصلے کے مطابق جنت اور جہنم میں داخلہ ہو جائیگا۔ (87 تا 27/90)

(3) مودودی کا اقرار کہ قیامت کے مراحل سب کے سب ترتیب وار نہیں ہیں پہلی بات مؤخر کردی گئی ہے

مودودی نے مانا ہے کہ کہیں کہیں قیامت کو بیان کرتے ہوئے ترتیب اُلٹ دی گئی ہے، سنیئے:

13 ''اِس مقام پر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ یہاں بھی قرآن کے دوسرے بہت سے مقامات کی طرح قیامت کے مختلف مراحل کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اُس کیفیت کا ذکر ہے جو آخری نفخ صور کے وقت پیش آئیگی۔ اور بعد کی دو آیتوں میں وہ حالت بیان کی گئی ہے۔ جو دوسرے نفخ صور کے موقع پر رُونما ہوگی۔'' (تفہیم القرآن 6 صفحہ 228 حاشیہ نمبر 13)

لہٰذا ہم اپنے قارئین سے صرف اس قدر کہیں گے کہ اُنہیں صرف اس قدر دیکھنا چاہیئے کہ بات ساری نوع انسان کی ہو رہی ہے یا محدود تعداد کی؟ یا یہ کہ بات جنت وجہنم کی ہو رہی ہے یا حقوق العباد کی؟ رہ گیا صور وغیرہ کا پھونکا یا بجایا جانا۔ یا دھماکوں کا ہونا۔ یا چنگھاڑ کا بلند ہونا یہ سب اور اسی قسم کے دہشت ناک کام سرکارِ قیامت کی صواب دید اور ضرورت کے ماتحت ہیں اُن کی تعداد گننا اور حالات کا خود ہی متعین کر لینا اجتہادی حربہ ہے جو حرام ہے۔

(4) مودودی مانتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے صور کے درمیان بے حساب زمانہ ہوسکتا ہے

مودودی مانتے ہیں کہ: ''پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان کتنا زمانہ ہوگا؟ اسکے متعلق کوئی معلومات ہمیں حاصل نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ زمانہ سینکڑوں اور ہزاروں برس طویل ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 265)

22۔ امام عصرؑ والزمان صرف قائم قیامت ہی نہیں بلکہ حضورؑ تو راہبر و راہنمائے انسانیت بھی ہیں لہٰذا منتہائے ترقی اُنکا منصب ہے

یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس میں قریش کے تصورِ اسلام اور اُن کی قرآن فہمی کو باطل ثابت کر کے اللہ کے وعدوں اور قرآن کی تصدیق آپکے سامنے لائی گئی ہے اور اُس سازش پر روشنی ڈالی گئی ہے جو قریش نے محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم اور قرآن و تعلیمات اسلام سے کی تھی۔ اس سلسلے میں قیامت اور رجعت اور اُنکے مختصر حالات و اصول اور واقعات کا بیان ہوا ہے تا کہ وہ اعتراضات رفع ہو جائیں جو قریش کے تصورِ اسلام اور عملدرآمد سے اللہ اور تعلیماتِ اسلام پر عائد ہوتے تھے۔ اب ہمیں یہ دکھانا ہے کہ وہ انسان جو حضرتِ حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کے وقت موجود ہونگے اور وہی زندگی گزار رہے ہوں گے جو اُنہیں اُس وقت سابقہ لوگوں سے ورثہ میں ملی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اُس وقت بھی قریش کا بگاڑا ہوا اسلام ہی موجود ہوگا اُن لوگوں کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا سلوک ہوگا؟ انہیں کس طرح راہ راست پر لایا جائیگا؟ اُنہیں اُس منتہائے ترقی پر کس طرح پہنچایا جائیگا جو اسلام کا یا ضابطۂ سلامتی کا نتیجہ ہے؟ یعنی لامحدود قدرت اور لامحدود حیات سے کیسے سرفراز کیا جائیگا؟ یعنی اُنکی راہ سے مزاحمت، زوال اور فنا کی طرف لیجانے والی چیزوں کو کیسے ہٹایا جائیگا؟ اور انہیں اسی زمین پر رہتے ہوئے اُس خوف و ہراس و مافوق الفطرت کاروائیوں سے کیسے بچایا جائے گا جن کا قیامت کے مختلف ادوار میں رجعت کیلئے زندہ کئے جانے والے محروم الجزا لوگوں پر جزا و سزا کے دوران گزرنا ثابت ہو چکا ہے؟

(الف) ظہورِ قائم قیامت، قیامِ عدل اور غلبۂ اسلام کے لئے اپنے ساتھ ایک دوہرا نظام لائے گا

اِن سوالات کے تفصیلی جوابات دینے کیلئے نہ ہمارے پاس فرصت ہے نہ اجازت ہے۔ بہرحال یہ سوالات خود ہم نے قائم کئے ہیں اور ہمارے قارئین کے قلوب میں ان تمام سوالات نے پیدا ہونا تھا اِسلئے ہم اِنکے سلسلے میں چند اطمینان بخش اور خود کھلتے جانیوالی چیزیں بتدریج پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظام وانتظام سمجھنے اور سمجھانے میں ضروری سہولت حاصل ہو سکے۔

(ب) مقصدِ ظہورِ امامِ عصر والزمان دو الفاظ میں ''تکمیل و غلبۂ'' اسلام

1: تکمیلِ دین کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو کبھی یہ محسوس تک نہ ہو سکے کہ اُن کی ترقی میں حارج ہونے والی فلاں دِقّت یا مشکل کو رفع کرنے والی فلاں چیز ہوتی تو وہ مسلسل ترقی کرتے رہتے۔ یعنی ہدایات کی فراوانی رہے؛ کبھی کوئی خامی اور کمی محسوس نہ ہو؛ ہر دِقّت و رکاوٹ اور اُلجھن کو سامنے سے ہٹانے کیلئے موقع بہ موقع ہدایات کا انبار ملتا چلا جائے۔

2: غلبۂ دین کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصد دین پر عمل کرنے والے ہر حالت میں سو فیصد غالب رہیں۔ اُنہیں ناکامی و ہزیمت پیش ہی نہ آئے۔ یعنی اِن دو الفاظ میں اُن تمام سوالات کا جواب موجود ہے جو ہم نے قائم کئے ہیں یا اس سلسلے میں آئندہ ذہن میں اُبھریں۔ لہٰذا حضرت حجة علیه الصلوٰة والسلام کا پہلا کام یہ ہوگا کہ قرآن کو ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات کی صورت میں عملاً پیش فرمائیں۔ اور یہ کوئی نیا یا اچانک پیش آ جانیوالا کام نہ ہوگا۔ اس پر حضورؑ اعلانِ غیبت (329ھ) سے عمل کراتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اگر آج اور اسی وقت آپؑ اعلانِ ظہور فرما دیں تو اِس کرۂ ارض پر ایک ہزار ایسے تعلیمی ادارے بر سرِ کار آ سکتے ہیں جو تعلیمات و ہدایات کی فراوانی کا ذمہ لے سکتے ہیں۔ اور جن سے قابل اساتذہ آج تک کسی بھی تعلیمی ادارہ نے نہیں دیکھے۔ دنیا کی یہ ترقی یافتہ یونیورسٹیاں اور اُن

میں تعلیم دینے والے اساتذہ حضورؑ کے شاگردوں کے سامنے طفلِ مکتب ثابت ہونگے۔ مگر افسوس کہ آپ تو تعلیماتِ اسلام کی طرح غیبت اور نظامِ غیبت کے متعلق بھی وہی تصور رکھتے ہیں جو قریشی پالیسی کی اجازت سے شیعہ علما میں آیا اور انہوں نے اُن غلط تصورات کی غلط اصلاح کر کے اپنی نام نہاد قوم واہلِ مذہب میں پھیلایا ہے۔ شیعوں کو جو کچھ سمجھایا گیا ہے یا جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے اُس میں تو اماؑم کو بچہ کشی میں لگا رکھا ہے۔ کہیں کسی ناپید جزیرے میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے میں لگا رکھا ہے۔ سال بھر میں ایک دفعہ یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ اُنکا امام معاذ اللہ ازقسم مینڈک کوئی مخلوق ہے۔ نیٹی جیٹی (کراچی) کے پُل پر جا کر وہ تماشہ دیکھا جاسکتا ہے جس میں عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے ساتھ ساتھ پانی میں ڈالے جانے والی درخواستوں کا اور اُنکے مضامین کا پتا بھی لگایا جاسکتا ہے۔ بہر حال یہ نظامِ غیبت اور تعلیمات حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی ہلکا سا پَرتو ہے جو انسانوں کو فضاؤں اور ہواؤں کی تسخیر میں مصروف کئے ہوئے ہے۔ یہ اُنؑ ہی کے نظام سے جھلکنے والی روشنی ہے جو دنیا کو منور کرتی جارہی ہے۔ بہر طور ہم اس سے زیادہ کچھ اور کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ حضورؑ اعلان غیبت سے ستر سال قبل ہی سے اُس نظام وانتظام کی مادی تیاری میں مادی طریقے پر دن رات مصروف رہتے اور نظام میں روزانہ داخل وشامل کئے جانے والوں کو مصروف رکھتے چلے آئے ہیں جو اُنہوں نے اعلانِ ظہور کے وقت قائم کرنا ہے اور جو اُنؑ کا پہلا کام لکھا گیا ہے۔ اور چونکہ آپؑ نے دینِ خداوندی کو مکمل وغالب کرنا ہے اسلئے یہ تو ماننا ہی ہوگا کہ آپؑ اللہ کی طرح اُسکے ایک مکمل وغالب نمائندہؑ ہیں۔ اور اللہ کا ایک غالب ومکمل نمائندہؑ کیا کچھ کرسکتا ہے؟ اس کے لئے یہی صحیح اور مختصر جواب ہے کہ وہ وہی کچھ کرسکتا ہے جو اللہ کرسکتا ہے۔ ایسا راہؑ بر اور ایسا راہنماؑ ایک ہزار سال سے اپنے زیرِ زمین نظام کو یعنی نظامِ غیبت کو کیسی اور کتنی تعلیم دے سکتا ہے اور اپنے پسندیدہ اور مطیع لوگوں کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتا ہے؟ حدودِ عقل وخیال وتصور سے بلند تر بات ہے۔ مختصراً یہ کہہ دوں کہ حضورؑ ہر وقت

اور ہر لمحہ اس پوزیشن میں ہیں کہ اعلان ظہور فرمادیں اور اپنے تیار کردہ نظام کو دُنیا میں ظاہر فرما کر دُنیا کو ایک ایسی راہ، صراط مستقیم، پر ڈال دیں کہ انسانوں کا راہ سے ڈگمگانا ممکن ہی نہ رہے۔کیا آپ کو اوپر کی منزل پر جاتے ہوئے زینہ پر چڑھتے چڑھتے کبھی یہ خیال، وسوسہ یا شک ہوا ہے کہ اوپر والے زینہ پر قدم رکھتے چلے جانے سے شاید میں نیچے اُتر جاؤں؟ کبھی نہیں۔آپ زینہ کو دیکھتے ہی یقین کر لیتے ہیں کہ مسلسل اوپر کو قدم رکھتے جانے سے اُوپر کو جاؤں گا۔اور نیچے کی طرف پے در پے قدم رکھنے سے نیچے جاؤں گا۔اِن دونوں حقیقتوں میں نہ آپ کو شبہ ہوا ہے اور نہ شبہ ہونا ممکن ہے۔حضورؐ کی تیار کردہ تمام راہیں ایسی ہی ہوں گی جہاں شک وشبہ اور وسوسوں کو گنجائش نہ ملے گی۔اور حصولِ مقصد اور ترقی کیلئے اُن راہوں سے بہتر اور سہل تر کوئی راہ تجویز کر سکنا کسی کیلئے ممکن ہی نہ ہو گا۔لہٰذا یہ کہنا کافی ہے کہ بہکانے والی قوتوں کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔ لا محدود ترقی کا انتظام فُول پروف (Fool proof) یعنی معصوم ہو گا۔جبلی اور انسانی فطرت کے مطابق (Instinctive) ہو گا۔اُسکے خلاف عمل کرنا ممکن ہی نہ ہو گا۔مثلاً چڑھائی چڑھتے ہوئے اوپر کا جسم آگے کو جھکانا اور اُترائی یا ڈھلوان سے اُترتے ہوئے جسم کو پیچھے کی طرف جھکانا، اور داہنے ہاتھ میں پانی کی بالٹی بھر کر چلتے وقت جسم کو بائیں طرف، ورنہ داہنی طرف جھکانا فطری اور جبلی (Instinctive) ہے۔اسلئے کہ یہ اللہ کے قانون کشش ثقل (Centre of gravity) کا تقاضہ ہے۔اسی اصول پر ہوائی جہاز کے کنٹرول بنائے گئے ہیں۔یعنی اگر آپ اُڑتے اُڑتے یہ چاہتے ہیں کہ جہاز اوپر کو جائے (Climbing) تو اوپر جانے کیلئے جہاز کی نوک (Nose) اوپر کا رخ کرے گی اور جب اگلا حصہ اوپر کو اُٹھے گا تو آپ کا جسم پیچھے کو جائے گا لہٰذا آپ جہاز کے کنٹرول کالم کو اپنی طرف کھینچ لیں جو جسم کے پیچھے جانے کیلئے آسان کام ہے۔یہ کام کرتے ہی جہاز کا اگلا حصہ بلند ہو جائیگا اور آپ اوپر کو جانے لگیں گے۔زمین کی طرف جانا یا اُترنا ہو تو کنٹرول کالم کو آگے دھکیل

دیں۔دھکیلنے میں آپ کا جسم آگے کو جھکے گا اور ایسا ہوتے ہی ہوائی جہاز زمین کا رُخ کر لیگا اور جب تک آپ اسی حالت میں رہینگے وہ مجبوراً نیچے کی طرف جاتا رہیگا۔پھر اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ جہاز سیدھا سامنے کو اُڑتا ہوا داہنا بازو یا پَر (Wing) نیچے کو جائے اور بایاں اوپر کو آئے تو کنٹرول کالم کو داہنے طرف جھکا دیں ساتھ ہی بدن بھی داہنی طرف جھکے گا اور ایسا ہوتے ہی داہنا پَر نیچے جائیگا۔اگر آپ اسی طرح جھکائے رکھیں تو جہاز اسطرح گھومنے لگے گا جیسے پہیا اپنے دُھرے (Axil) پر گھومتا ہے۔یہی حرکت بائیں طرف جھکنے اور کنٹرول کالم کو جھکانے سے ہوگی۔اب بایاں پَر نیچے کی جانب اور داہنا اوپر کی طرف جانے لگے گا اور پھر اُلٹا چکر یعنی رولنگ (Rolling) جاری ہوگا۔یہ بھی قوانین قدرت و فطرت کی اطاعت سے ہوتا ہے۔لہٰذا نظامِ حضرت حجتؑ میں غلطی کرنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہو جائیگا یہی وہ حالت ہے جسکے لئے کہا گیا تھا کہ:''**میرا شیطان مسلمان ہوگیا**'' یہ اُسی مندرجہ بالا مقصد کو ظاہر کرنے کیلئے کہا گیا ہے ورنہ شیطان اور قریش مجبور تو ہو سکتے ہیں اور ہونگے مگر مسلمان ہرگز نہ ہوں گے۔اس لئے کہ اُن پر قیامت تک لعنت بھیجی گئی ہے۔اور اُن کا روزِ ازل سے ملعون و کافر رہنا معلوم ہے۔

یہ ہے مختصراً وہ طریقہ جس پر چلا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نوع انسان کو ترقی کی انتہا تک لے جائینگے۔اور سو فیصد قانونی اطاعت کی بنا پر بطور نتیجہ نوع انسان پر بہت سی مافوق الفطرت تبدیلیاں واقع ہونگی جو اُس اطاعت کیلئے روز ازل سے مقرر ہیں مثلاً فرمایا گیا تھا کہ؛ ملائکہ سے رابطہ قائم کرنے اور مدد لینے کی تعلیمات پر عمل

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡھِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ٥ (حٰمٓ سجدة 41/30)

''جن لوگوں نے اللہ کو اپنا خالق و مالک ورازق اور ہر حال میں پالنے اور ترقی دینے والا مان لیا اور پھر دنیا میں ہر وقت اس اعلان و ایمان پر قائم رہے۔اُن پر ملائکہ جنت کی بشارتیں اور

کامیابیوں اور مسرتوں کی اطلاعات اور متعلقہ سامان لیکر اُترتے رہتے ہیں۔''

مسلمانوں سے پوچھو کہ کیا تم اللہ کو اپنا رب نہیں مانتے ہو؟ کیا تمہارے بزرگ اللہ کو اپنا رب نہ مانتے تھے؟ اگر مانتے ہو تو بتاؤ تم میں سے اور تمہارے بزرگوں میں سے کس پر ملائکہ کا نزول ہوتا تھا؟ قارئین نوٹ کریں کہ محمدؐ اور آئمہ معصومینؑ کے علاوہ اس امت میں کسی نے نہ یہ دعویٰ کیا اور نہ کسی پر کوئی فرشتہ اُترا۔ سبب وہی ہے کہ انہوں نے سچے دل سے اور عملاً کبھی اللہ کو اپنا رب نہیں سمجھا۔ اب سوچیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مادی و علمی تعلیمات اور تسخیرِ کائنات پر ہدایات انسان کو کہاں سے کہاں پہنچائیں گی؟ اور پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ایک نظر بھر کر جسے دیکھ لیں اسکے سامنے طبقات الارض والسما روشن ہو جائیں۔ وہ علوم وقوانین کا مجسمہ بن کر رہ جائے۔ یعنی تعلیمات و قانونی ہدایات کے ساتھ ہی ساتھ حضورؐ میں وہ پوری قوت وقدرتِ قدسیہ بھی تو موجود ہے جس سے مردے زندہ کئے جاتے رہے ہیں۔ اندھوں کو بصیرت و بصارت ملتی رہی ہے، سینکڑوں میل گھروں میں چھپا کر رکھے ہوئے ذخیرے نظر آتے رہے ہیں، مٹی کے بنائے ہوئے چڑیا نما کھلونے قوت پرواز و حیات حاصل کرتے رہے ہیں، لاعلاج مریض صرف ہاتھ پھرا دینے سے تندرست ہوتے رہے ہیں (آل عمران 3/49) اور جن سے ہواؤں کو مسخر کیا جاتا رہا (38/36) جن سے مادی اشیاء کو آناً فاناً دنیا میں اِدھر سے اُدھر بھیجا اور منگایا جا سکتا ہے (نمل 27/40) جن سے بے جان و بے شعور چیزوں کو قوت گویائی وغیرہ دی جا سکتی ہے (حم سجدہ 41/20-21) الغرض جنکو وہ تمام قدرت واختیارات دیئے گئے ہوں جو اللہ کا حقیقی نمائندہ ہونے کیلئے ضروری ہیں۔ وہ جانشینِؐ خداوندی، وہ حجتؑ اللہ اور خلیفۂ خداوندی اس کائنات کی ہر چیز پر غلبہ دلانے کا ذمہ دار ہے۔ وہ انسانوں کے ہاتھوں پوری کائنات اور موت و حیات کو مسخر کرا کے انہیں اللہ کے حضور پیش کریگا تا کہ انہیں بلا حساب جنت میں رکھا جائے وہی حضرات تو ہونگے جن پر موت والا صور بھی اثر انداز نہ ہوگا۔ (زمر 39/68)

(ج) دُنیا میں عدل وانصاف واطاعت کا دَور دَورہ، مخالفت وگمراہی اور عصیان وعدوان وشیطان کا زوال وخاتمہ، اللہ کے انعامات کا لامتناہی سیلاب

ہم عرض کر چکے ہیں کہ اگر قرآن کریم کے بیانات کو احادیثِ معصومینؑ صلواۃ اللہ علیہم کی تائید و تفاصیل کے ساتھ پیش کیا جائے تو ہزاروں صفحات کا اضافہ ہو جائیگا اور ہم نہج البلاغہ کی تشریحات کو مکمل اور ختم کرنے سے پہلے ہی خود ختم ہو جائینگے۔ اور ہمارا مقصد ادھورا رہ جائیگا جو ہم نہیں چاہتے۔ بہر حال یہ دکھانے کیلئے کہ محمدؐ اور اُنکے جانشینؑ اللہ سے متفق رہے ہیں اور جو کچھ اُنؑ کے خالق و مالک اور پروردگار نے فرمایا ہے انہوںؑ نے وہی کچھ تفصیل سے بیان کیا اور اُسکے مطابق عمل کرنے میں ہمیشہ جان و مال واولادؑ کی بازی لگائے رکھی اور اللہ کی رضا، قضا اور مشیت سے ذرہ برابر نہ ہٹے۔ لہٰذا یہاں دو طویل احادیث میں سے عنوان کی تائید میں تھوڑا تھوڑا سا حصہ آپکے سامنے رکھ دیں۔ چنانچہ ہماری معتبر ترین کتاب کافی میں حضرت عمار ساباطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ’’یہ فرمائیے کہ دونوں حالتوں میں عبادت کرنے والوں میں سے کس کی عبادت افضل اور زیادہ مفید ہے۔ یعنی امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکومت کے دوران عبادت کرنے والوں کی یا غاصب اور غادر قریشی حکومتوں کے دوران عبادت کرنے والوں کی؟‘‘

اس سوال کا نہایت دلائل اور وجوہات سے روشن جواب دیا ہے۔ ہم مختصراً اتنا لکھتے ہیں کہ:

’’اُن لوگوں کی عبادت افضل اور زیادہ مفید ہے جو امام عصرؑ والزمان کے انتظار میں غاصب وغادر حکومتوں کے جبر وستم کے دوران عبادت جاری رکھیں۔‘‘ یہ جواب سن کر جناب عمارؓ ساباطی اس قدر مطمئن ہوئے کہ یہ سوال کر دیا کہ: ’’جناب ایسی حالت میں جب کہ ہماری عبادت ہی گھٹیا درجہ کی ہو کر رہ جائے تو ہم حضرتِ امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکومت قائم ہونے کی تمنا کیوں کریں؟‘‘

اس کا جواب ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی کافی سے لکھتے ہیں:

(د) **امام جعفرؑ صادق کے نزدیک ظہور اور حکومتِ امامِ آخر الزماںؑ کی اغراض و مقاصد اور فوائد؛** چنانچہ حضورؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

فقال : سُبحانَ اللّٰہ اَمَّا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّظھر اللّٰہ تبارک و تعالٰی الحقَّ وَالْعَدلَ فی البلاد، و یجمع اللّٰہ الْکَلمۃ ، و یُؤلّف اللّٰہ بین قلوب مختلفۃ، و لَا یعصون اللّٰہ عزّ وَ جلّ فی ارضہ و تقام حدودہ فی خلقہ، و یردَّ اللّٰہ الحقَّ الٰی اَھلہ فیظھر، حتّٰی لَا یَسْتَخفی بِشَیءٍ مِّنَ الْحَقِّ مخافۃ اَحَدٍ مِنَ الْخَلق، اَما واللّٰہ یَا عمّار لَا یَمُوْت مِنکم مَیّت عَلَی الْحَالِ الَّتِی اَنْتُمْ علیھا اِلاَّ کَانَ اَفْضَل عند اللّٰہ مِن کَثِیْرٍ مِّنْ شھداء بَدرٍ وّ اُحُدٍ فابْشُرُوْا۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ باب نادر فی حال غیبۃ حدیث نمبر 2 صفحہ 335-334)

''امامؑ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا تمہیں یہ بات محبوب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل حق اور مکمل عدل کو دُنیا میں ظاہر اور غالب کرے؟ اور یہ کہ پوری نوعِ انسان کو ایک کلمہؐ اور ایک دین پر متفق کردے؟ اور پھٹے ہوئے متنفر دلوں میں الفت پیدا کردے؟ اور دُنیا سے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کو مٹا دے؟ اور یہ کہ اللہ کے قوانین اور جزا و سزا کے مقرر چلے آنیوالے عہد پورے ہوں؟ اور یہ کہ حقِ حکومت اور حقوق العباد حقداروں کو پہنچ جائیں؟ اور کسی کے خوف سے حق کا کوئی پہلو اوجھل نہ رہ جائے؟ خدا کی قسم اے عمّار جس حال میں تم آج کل بسر کر رہے ہو اس حالت میں تمہارے مرنے والوں کی طرح ظہور کے زمانے کے لوگ نہ مریں گے بلکہ دوستداران محمدؐ وآل محمدؐ بدر اور اُحد کے شہیدوں کی طرح شہدا کے مقام پر وفات پائیں گے لہٰذا تم اُس زمانے کی زندگی اور موت پر خوشیاں مناؤ۔'' (کافی کتاب الحجۃ)

(ہ) **دوسری حدیث کے چند جملے؛** حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام یقول: اِنَّ قَائمُنَا اذا قَامَ اَشْرَقَتِ الْاَرضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا

وَاستغنی العباد عَنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ وَ القَمر و صار الَّیْلَ و النهارَ وَاحِدًا، وَ ذَهَبَت الظُلمه و عَاشَ الرَّجُلُ فِی زمانه اَلْفَ سنَة یُولد له فِی کُلّ سنة غلام لا یولدُ له جاریة یکسوه ثوب فیطول علیه کُلّمَا طَالَ و یکون علیه اَیّ لون شَاءَ؛ و عنه لَا یکون عَلٰی وجه الارض مُوْذِیٌّ و لا شرٌّ و لا سمٌّ و لَا فسادٌ اصلًا و لا یکون لِلشَّیطَانِ وسوسة و لا عَمَلٌ و لا حسدٌ وَ لَا شَئیءٌ مِنَ الفساد......الخ (کتاب العصمة و الرَّجعة)

''یقیناً جب ہمارا قائم ؑ قیامت ظہور کرے گا تو زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھے گی (زمر 29/69) تو بندگانِ خدا سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے اور رات و دن ایک ہی ہو جائیں گے۔ ہر قسم کا اندھیرا دُنیا سے جاتا رہیگا۔ اُن ؑ کے دورِ حکومت میں لوگ ہزار ہزار سال کی عمریں پائیں گے اور اُنکے یہاں ہر سال ایک بیٹا ہوا کرے گا۔ بیٹی پیدا نہ ہوگی اور وہ اپنے بیٹوں کو جو لباس بھی پہنائیں گے وہ بچہ کی جسامت کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور لمبا چوڑا ہوتا چلا جائیگا اور کپڑوں کا جو رنگ وہ پسند کریں گے وہی رنگ بدلتا چلا جائیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُن ؑ کے عہد میں زمین پر کوئی چیز نہ رہے گی جو ایذا پہنچائے۔ شر اور فساد میں سے کچھ باقی نہ رہیگا۔ اور نہ زہریلی چیزیں رہیں گی اور شیطان کے پاس لوگوں میں پھیلانے کیلئے کوئی عمل یا وسوسہ تک نہ بچے گا۔ حسد اور فساد بھی نہ رہے گا۔''

(و) **احادیث کے اِن دونوں اجزاء کی تشریح اور اصولی وضاحت و تفصیل**

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ؑ قائمِ قیامت امام ؑ آخر الزمان کی تعلیمات کا انداز سو فیصد فطری ہوگا اور وہ رکاوٹیں راہ سے ہٹا دی جائیں گی جو قوانینِ فطرت یا مشیت کو اُلٹ کر اور تصادم انگیز بنا کر سامنے لاتی ہیں۔ اسلئے خلاف ورزی اور احکام امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مختلف راہِ عمل اختیار کرنا خود بخود بند ہو جائیگا اور یوں ابلیس کا سارا سامان بے کار و بے نتیجہ ہو کر رہ جائیگا۔ اور یہی بڑا سبب ہوگا لوگوں کے قلوب میں الفت اور ہم آہنگی

پیدا ہونے کا کہ قلوب سے نفرت وحسد وبغاوت پیدا کرنیوالی قوت یعنی ابلیس کے حربے اور ہتھیار بے کار ہو جائیں گے۔ اور جب دُنیا میں نہ احکامِ خدا اور رسوؐل وامامؑ کی مخالفت ہوگی نہ مخالفت کی ضرورت رہے گی تو خود بخود عصیان ونا فرمانی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اور جو کچھ تعمیلِ احکام کا نتیجہ ہوگا وہ وہی ہوگا جسے عمل کرنے والا پہلے سے جانتا ہوگا تو کسی کو ایک دوسرے کو محروم کرنے کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔ اور یوں حقوق العباد محفوظ اور ساتھ کے ساتھ ادا ہوتے رہیں گے۔ اور وہ لوگ جو اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہنا چاہیں گے ظاہر ہے کہ اُن کی مجتہدانہ شریعت وقوانین سے عدل برقرار نہ رہیگا لہٰذا بے انصافی ہوگی اور حقوق العباد پورے نہ ہوسکیں گے اور محروم رہ جانے والے لوگ امام علیہ السلام سے رجوع کریں گے اور اُنؑ پر واجب ہے کہ وہؑ دنیا میں کوئی کام عدل اور حقوق العباد کے خلاف نہ ہونے دیں لہٰذا محروموں کو پوری جزا دلانے کیلئے متعلقہ لوگوں کو سزا دے کر فارغ کیا جائیگا۔ اس طرح لوگ اپنے لیڈروں سے کٹ کر اسلام اختیار کرلیں گے۔ لہٰذا چند ہی سال میں کوئی مذہب یا تصورِ زندگی اسلام کے سوا باقی نہ رہیگا اور تمام انسان ایک کلمہؑ اور ایک دین پر متفق ہو جائینگے۔ اور ساری نوع انسان جب بھی قوانین فطرت ومشیت پر اسلامی احکام کی روشنی میں عمل کرے گی تو بیماریاں دُنیا سے رخصت ہو جائیں گی اور خود بخود انسانوں کی صحت اور عمریں ترقی کریں گی اور اُنہیں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ کائناتی تعاون بھی حاصل ہوگا اور اشیاء انسانوں کی مرضی کے مطابق یعنی قانونی مرضی کے مطابق کام کرنے لگیں گی۔ جیسا کہ لباس کا جسامت کے ساتھ بڑھنا اور رنگوں کا بدلنا وغیرہ اور یہی وہ مقام ہوگا جہاں امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد درکار ہوگی۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اس عہد کے مطیع لوگوں کے یہاں ہر سال لڑکا پیدا ہوگا اور لڑکیاں پیدا نہ ہوں گی اس سے یہ اصول سمجھ لینا چاہیئے کہ اولاد کے پیدا کرنے اور لڑکا یا لڑکی پیدا کرنے کا قانون معلوم ہو جائیگا۔ لہٰذا جس صنف کی کمی ہوگی وہ پیدا کر لی جایا کرے گی۔ ورنہ صرف لڑکے پیدا ہونے سے تو انسانی

ضرورت مسمار ہو جائیگی یعنی مردوں کو جوڑا نہ ملے گا۔ اور ایسا خلاف قانون یا اصول مطلب اخذ کرنا دینی ضرورت کے خلاف ہے جو معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم السلام سے ہر گز متوقع نہیں۔ زہریلی چیزوں یا دوسری چیزوں کا وجود ختم ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ انسان خواصِ اشیا کا عالم ہو جائے گا اور مضر چیزوں کو استعمال ہی نہ کریگا۔ گویا اُن کا عدم اور وجود مُضرّ ت کیلئے برابر ہو جائے گا اور افادیت کیلئے وجود مفید ہوگا۔

23۔ **نظامِ عدل کا دوسرا حصہ وہ ہے جس سے اس دنیا میں گزرنے والے مظالم، جبر و ستم اور حق تلفیوں کو عدل میں تبدیل کیا جائے گا یعنی جزا و سزا**

اس عنوان میں ہمیں اُس سوال کا جواب دینا ہے جو (عنوان 22) سابقہ عنوان کے شروع میں قائم کیا گیا تھا کہ ''جزا اور سزا دینے کیلئے محروم الجزا لوگوں کا خوفناک حال معمول کے مطابق زندگی کو بھی خوفناک اور جبری بنا دیگا اور لوگ خوشی سے نہیں جبراً نیک بنائے جائیں گے۔'' یہ تاثر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً صحیح نہیں ہے صحیح صورتِ حال کو بیان کرنے کیلئے ہم اپنی تفسیر ***اَحسَنُ التَّعبِیر*** سے ایک عنوان نقل کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کی نظامِ عدل، رجعت میں جزا اور سزا کے سلسلے میں مکمل تفصیلات بھی اسی تفسیر سے مل سکتی ہیں۔ تفسیر کا وہ بیان جو سورۂ **تطفیف** (83) کا چوتھا عنوان چوتھا نظارہ پیش کرتا ہے؛ نظارہ دیکھیئے:

چوتھا نظارہ جو میدانِ رجعت میں مواخذہ اور معمول حکومتِ الٰہیّہ کے درمیان پردے کے پیچھے ہوگا

اب آپ بھی چوتھا نظارہ کریں اور یہاں پر جس چیز کو خاص طور پر نوٹ کرنا ہوگا وہ یہ صورتِ حال ہے کہ جب امامؑ آخر الزمان، قائمِ قیامتؑ حضرت محمدؑ بن حسن عسکری صلوٰۃ اللہ علیہم السلام ظہور فرمائیں گے اور اس دُنیا کو عدل و انصاف سے لبریز فرما دیں گے اور کارِ جہان اللہ کے منشا کے مطابق عملاً جاری ہو جائے گا تو حضورؑ رجعت کا اعلان کریں گے۔ اور وہ تمام لوگ باری باری زندہ کئے جائیں گے جو مشیت کے بہاؤ کی بنا پر اپنے اعمال کی جزا یا

سزا سے محروم رہ گئے تھے تاکہ انہیں وہ جزاوسزا دی جائے جو نیکی یا بدی کے یا جرم یا گناہ کے سرزد ہونے کے بعد دنیا کی اسلامی حکومت کی طرف سے ملنا چاہیئے تھی۔ چونکہ اُس جزاوسزا کیلئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جو اُس وقت کے موجودہ لوگوں کو خوف و ہراس میں مبتلا کریگا۔ لہٰذا رجعت کی تمام کاروائیاں اس طرح اور زمین کے ایسے حصہ میں کی جائیں گی جہاں سے معمول کے مطابق چلنے والے انسانوں کو نظر نہ آسکیں۔ ورنہ وہ حقائق کو بالمواجہ دیکھ کر جبراً برائیوں سے باز رہیں گے جو مشیت کا مقصد نہیں ہے۔ اور اسی مقصد کیلئے آپ نے بار بار دیکھا ہے کہ زمین پر سے پہاڑ غائب ہو جائیں گے (التکویر 81/3)۔ زمین کو پھیلا کر لمبا اور وسیع کر دیا جائیگا (الا نشقاق 84/3-4)۔ الغرض اس نظارہ میں آپ رجعت کی کاروائیاں ایک قدرتی حجاب یا پردہ کے پیچھے سے دیکھیں گے جہاں وہی ماحول موجود ہوگا جس میں انسانوں نے جرم یا نیکی کی تھی، ملاحظہ ہو؛

''اے رسولؐ آپ اُس روز مخصوص مومنین اور مخصوص مومنات (الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰت) کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اُنکا نور اُنکے آگے اور داہنے بائیں جدوجہد کر رہا ہوگا۔ اُن سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لئے تو خوشخبریاں اور بشارتیں ہی بشارتیں ہیں کہ تم سب کیلئے ایسی جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اور تمہیں ہمیشہ اُن میں رہنا ہے۔ اور وہ عظیم الشان مرادمندی وکامیابی ہے۔ اُس دن خاص منافق مردوں اور مخصوص منافق عورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مذکورہ مومنین و مومنات سے التجا کرینگے کہ ذرا ٹھہر کر ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم بھی تمہارے اس نور سے مدد حاصل کرسکیں۔ اُن سے کہا جائیگا کہ تم اُس نور سے پیچھے ہٹ کر اپنے لئے کسی اور نور کا التماس کرو۔ چنانچہ اسکے بعد اُن کے درمیان ایک احاطہ بنا دیا جائیگا (فَضُرِبَ بَيۡنَهُمۡ بِسُوۡرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيۡهِ الرَّحۡمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنۡ قِبَلِهِ الۡعَذَابُ)

اُس احاطہ میں ایک دروازہ ہوگا اُس دروازہ کے اندر کی طرف رحمت یعنی محمدؐ

(انبیا21/107) ہوں گے۔اور دروازہ کے باہر کی طرف سامنے کے میدان میں عذاب وسزا کا انتظام ہوگا۔قریشی مومنین آوازیں مار مار کر کہیں گے کہ اَے بھائیو کیا ہم تمہارے ساتھ ایمان وعمل میں شریک نہ تھے؟ (يُنَادُونَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ)مومنین کہیں گے کہ کیوں نہیں تم واقعی ہمارے ساتھی تھے۔مگر تم نے فتنہ پیدا کردیا تھا۔اور اُس فتنے میں گھل مل گئے تھے (قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ)اور تم اِس انتظار میں لگے رہے کہ ہمیں ہمارے عقائد پر نقصانات ہوں۔ چنانچہ تم اسی اُدھیڑ بُن اور الجھن میں مبتلا رہتے چلے گئے۔تمہیں اقتدار اور حکومت کی تمناؤں نے اُلجھائے رکھا یہاں تک کہ حکومتِ الہٰیّہ کا اعلان ہوگیا (حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ)اور تمہیں وہ بڑا دھوکے باز شخص اللہ کے متعلق دھوکے میں رکھتا رہا(غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ)چنانچہ وہ دن آپہنچا کہ نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائیگا اور نہ حقائق کو چھپانے والوں سے سزا کے بدلے معاوضہ لیا جائیگا اب تمہیں آگ ہی میں پناہ ملے گی اور وہی تمہارا مولیٰ وحاکم ہوگی۔اور انجام کار وہ بہت بُری جگہ ہے۔کیا یہ سب کچھ سُن کر بھی اَے رسوؐل اِن تمہارے قریشی مومنین کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اُنکے دل ذِکرُ اللہ کے سامنے اطاعت کیلئے جھک جائیں اور اس حق کو قبول کرلیں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔اور کہیں یہ قریشی مومنین اُن لوگوں کی طرح گمراہ نہ ہو جائیں جن کو اِن سے پہلے کتاب دی جاچکی ہے۔اُنکے اوپر تو ایک بہت طویل مدت گزرچکی ہے اور اسی لئے اُن کے قلوب اجتہادی مذہب پر سختی سے قائم ہوگئے اور آج اُنکی کثرت فاسق ہے۔یعنی احکامِ خداوندی کو بلا اجتہاد نافذ کرنے کی مخالف ہے۔''(مائدہ5/47)(الحدید 12 تا57/16)

قارئین نے اللہ کے چار مرتبہ دہرائے ہوئے وعدوں کو پڑھا تھا اور اب یہ چار دفعہ وعدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کے حالات دکھانے کی تفصیل بھی دیکھ لی

ہے۔اوراس کے علاوہ رجعت کی مزید تفصیلات متعلقہ سورتوں (شوریٰ اور حدید وغیرہ) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ یاد رکھیئے کہ ہر مجرم کواُسکے جرم کی اسلامی سزا ملنا عدل وانصاف کا تقاضہ ہے۔اگراُس کا جرم اس کے وقت کی اسلامی حکومت سے چھپارہ گیا یا یہ کہ وہ خود ہی خلیفہ یا بادشاہ تھا اوراُسے سزا نہ مل سکی تو کائنات کے حقیقی حاکم محمدؐ سے اُس کا جرم پوشیدہ نہ تھا۔اُنہوں نے مشیّت کے دھارے کو بہنے دیا مگر اپنے ہمہ گیر ریکارڈ میں اُسے نوٹ رکھا اور حکومتِ کُلیہ ملتے ہی تمام ایسے مجرموں کوسزا دینے کیلئے رجعت مقرر کردی۔''

(تفسیر احسن التعبیر سورہ تطفیف)

تفسیر کے اس بیان میں نظامِ عدل کی تکمیل کا وہ طویل انتظام بھی سامنے آ گیا جو در پردہ اِسی زمین پر قائم ہوگا۔اوراللہ کے تمام وعدے پردہ کے اُدھر اور اِدھر دونوں طرف پورے کئے جائیں گے۔اور جب نوع انسان عملاً وہ مقام حاصل کرلے گی جو اسلام یا ضابطہِ اسلامی کا تقاضہ ہے۔یعنی انسانیت زوال وکمزوری اورمحتاجی پر غالب آجائے گی تو حضورامامِ آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قیامت کا اعلان فرمائیں گے جو کہ حقوق اللہ کا اجروعذاب اورثواب بہم پہنچائے گی اوراب جنت وجہنم میں داخلہ ہوگا۔

24۔ <u>حضرت علیؑ اپنے زمانہ کے لوگوں کواُسی مشہور جنت اور جہنم کیلئے مقابلہ اورسبقت کا تقاضہ فرماتے ہیں (نہج البلاغہ 28/4-5) اور جگاتے ہیں</u>

ہم نے حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چوتھے اور پانچویں جملے کورائیگاں کرنا ہوتا تو قیامت اورقائمِ قیامتؑ اورنظام عدل وجزاوسزا کا تذکرہ کئے بغیر، باقی مترجمین اورشارحین کی طرح گزرجاتے۔لیکن ہم نے چاہا کہ اپنے قارئین کوحضورؐ کے خطبے کا حقیقی مقصد دکھائیں اوراُنہیں خطبہ میں مذکور سفراورآنے والی منزلوں سے روشناس کردیں تاکہ وہ لوگ نہ سہی آپ لوگ تو جنت کا حقیقی مطلب سمجھیں اوروہ زادِراہ جمع کردیں جواُس سفراوراُن منزلوں کیلئے ضروری ہے اوراُس غلط فہمی سے باہر نکل آئیں جوقریشی نظام نے سَستی جنت

اور رستے جہنم کیلئے پھیلائی ہے۔ اور اُنہیں وہ دقتیں اور محنتیں اور صبر وتحمل معلوم ہو جائے جو جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کیلئے ضروری ہیں۔ اور وہ اُس مواخذہ سے محفوظ رہ جائیں جو قیامت کے اوّلیں دَور میں ہوگا۔ اور ہر سانس کا اور ہر عمل کا عملی حساب چکانا ہوگا۔ اور تاکہ وہ قریش کی تھپکیوں سے چھائی ہوئی نینداور غفلت سے بیدار ہو جائیں جس سے حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرما کر جگانا چاہتے تھے کہ:

اَلا وَ اِنِّیْ لَمْ اَرَ کَالْجَنَّۃِ نَامَ طَالِبُھَا؛ وَ لَا کَالنَّارِ نَامَ ھَارِبُھَا؛ (28/14-15)

''غور کرو کہ مجھے تو جنت کے سوا اور کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کے طالب، طلبگار ہوتے ہوئے بھی سو کر وقت ضائع کرتے ہوں اور نہ جہنم جیسی کوئی دوسری چیز نظر آئی کہ جس سے ڈرنے اور بچنے اور دُور بھاگنے والوں سے زیادہ کوئی غافل رہتا ہو۔''

اَلا وَ اِنَّہٗ مَنْ لَّا یَنْفَعُہُ الْحَقُّ یَضُرُّہُ الْبَاطِلُ؛ وَ مَنْ لَّا یَسْتَقِیْمُ بِہِ الْھُدٰی یَجُرُّ بِہِ الضَّلَالُ اِلَی الرَّدٰی؛ (28/16-17)

''اور سُن رکھو کہ جسے حق پر عمل کرنا فائدہ نہیں دیتا ہے اُسے باطل سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے، اور جسے ہدایت راست روی میں پائیداری نہ بخشے اُسے گمراہی، تباہی اور بربادی کی طرف کھینچ کر لے جایا کرتی ہے۔''

(الف) حق وہدایت کی شناخت اُن کی افادیت سے ہوا کرتی ہے

عہد مرتضوی میں بھی اور آج بھی حضورؑ کے یہ دونوں (28/16-17) جملے یہ بتانے کیلئے کافی ہیں کہ جب تم یہ دیکھو کہ ہم حق وہدایت کے مطابق کام کر رہے ہیں اور پے در پے منافع کی جگہ ہمیں نقصان ہو رہا ہے تو ٹھہرو، چونکو اور اپنے اعمال پر اور اُس حق وہدایت پر الگ الگ اور مجموعی نظر ڈالو اور سمجھ لو کہ یا تو تمہارے اعمال واقدامات میں خرابی وخامی ہے۔ یعنی وہ تمہیں ملے ہوئے حق وہدایت کے مطابق نہیں یا اگر وہ مطابق ہیں تو جسے تم حق وہدایت سمجھ رہے ہو وہ درحقیقت حق وہدایت نہیں ہے۔ اسلئے کہ حق وہدایت پر عمل کا نتیجہ یقیناً

منافع ہوتا ہے نقصان و مضرت نہیں ہوتا۔ یہاں مشکل یہ پیش آئے گی کہ اعمال کا حق و ہدایت کے مطابق ہونا تو ہر آدمی نہایت آسانی سے معلوم کرلے گا۔ لیکن یہ جاننا کہ آیا وہ مذکور حق و ہدایت درحقیقت حق و ہدایت ہے یا نہیں مشکل ہے۔اس سلسلے میں پہلی مددگار چیز یہ ہوگی کہ کوئی ایسا شخص ہمیں بتائیے جس کے متعلق سو فیصد یہ یقین ہو کہ وہ شخص اُس زمانے کے لوگوں میں اَلْـحَقّ اور اَلْهُـدٰی کے متعلق مکمل اطلاع رکھتا ہے اور اُس کا ہر فیصلہ حق و ہدایت کے مطابق ہوتا ہے اگر ایسا شخص ملے تو جو کچھ وہ بتائے گا وہی حق و ہدایت ہوگا۔اور اگر سارے لوگ ایسے ہی ہوں جیسے متلاشی حق ہوتے ہیں تو حق و ہدایت کا پتہ لگنا ناممکن ہو جائیگا اور یہی حال رہا ہے اِس اُمت کا اور اس امت کی ہم عصر اُمتوں کا کہ اُنہیں اُن میں کوئی ایسا شخص نہ ملتا تھا جو سو فیصد حق کا عالم و معلم ہوتا۔اُن کی دینی قیادت کرنیوالے لوگوں میں نہ صرف اختلاف و تضاد رہتا چلا آیا ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کو گمراہ بھی کہتے رہے۔ ایسے ہی لوگ تھے عہد مرتضوی میں۔اُس زمانہ کے تمام مذہبی لیڈر دین کے تسلیم شدہ لیڈر بھی تھے اور ایک دوسرے کو گمراہ، بدعتی، نعثل اور یہودی اور واجب القتل بھی کہتے تھے۔ اسکے باوجود وہ دین کے راہنما بھی تھے۔یعنی جتنے لیڈر تھے اُتنے ہی اُن مسلمانوں کے مذاہب اور طرزِ زندگی کے ضابطے تھے۔ایسے لوگوں کو مخاطب کیا ہے حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔آپ اُن کو اُن کے مذہب اور اعمال پر متوجہ فرما رہے ہیں حق و ہدایت کی شناخت بتا رہے ہیں۔اُنہیں اُن کے اعمال پر نفع و نقصان کی وجہ بتا رہے ہیں۔اور اس طرح یہ اصول سامنے رکھ رہے ہیں کہ دینی علوم پر انتہائی علم رکھنے والا ہونا چاہیئے۔اگر دین، اللہ کی طرف سے آیا تھا تو دینی تعلیمات مسلسل قیامت تک جاری رکھنے کیلئے انتظام کرنا خود اللہ اور رسوؐل کی ذمہ داری ہے۔اب یا تو یہ سمجھئے کہ یہ دین ناقص ہے یا یہ کہ دین میں نہیں بلکہ گڑبڑ کہیں اور ہے۔اگر اللہ نے اسلامی تعلیمات اور حق و ہدایت کے جاری رکھنے کا انتظام نہ کیا ہوتا تو بعد رسوؐل کوئی بھی یہ نہ کہتا کہ میں خدا کی طرف سے ساری امت کا

سربراہ اور ھادی ہوں۔لیکن سربراہ کہلانے والے اور رسوؐل کے مقام پر قائم ہونے والے تو موجود رہے ہیں۔لہٰذا یقیناً اللہ نے انتظام کیا تھا۔مگر وہ انتظام اور اللہ کے انتظام والے سربراہ ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے۔انہیں تو تعلیماتِ اسلام پر عبور ہونا چاہیئے۔اُن کی ہر بات حق و ہدایت ہونا لازم ہے۔اُن کا اللہ سے براہ راست رابطہ بھی ہونا واجب ہے۔لہٰذا یہ قیادت، یہ خلافت اور یہ نیابت باطل ہے جس میں نہ کوئی حق و ہدایت پر مطلع ہے نہ اُمت کو گمراہی ونقصان سے بچا سکتا ہے اسی صورت حال کی طرف متوجہ کرنے کیلئے حضوؐر نے یہ اپیل کی ہے کہ:

اَ فَلا تَـائِبٌ مِّنْ خَطِیْئَتِہٖ قَبْلَ مَنِیَّتِہٖ؛ اَ لا عَامِلٌ لِّنَفْسِہٖ قَبْلَ یَوْمِ بُؤْسِہٖ؟ اَ لا وَ اِنَّکُمْ فِیْ اَیَّامِ اَمَلٍ مِّنْ وَّرَائِہٖ اَجَلٌ؛ فَمَنْ عَمِلَ فِیْ اَیَّامِ اَمَلِہٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِہٖ نَفَعَہٗ عَمَلُہٗ، وَ لَمْ یَضُـرُرْہُ اَجَلُہٗ؛ وَ مَنْ قَصَّرَ فِیْ اَیَّامِ اَمَلِہٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِہٖ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُہٗ؛ وَ ضَرَّہٗ اَجَلُہٗ اَ لا فَاعْمَلُوْا فِی الرَّغْبَۃِ کَمَا تَعْمَلُوْنَ فِی الرَّھْبَۃِ. (6تا28/13)

’’کیا کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو اپنی فیصلہ کُن گھڑی آجانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کیلئے مقامِ اصلاح وہدایت کی طرف پلٹ آئے؟ کیا کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنے یومِ بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کیلئے کام کرسکے؟ سنو اور خبردار ہوجاؤ کہ تم امیدوں اور آرزوؤں کے دنوں میں مبتلا ہو اور اُن امیدوں اور تمناؤں کی آڑ میں پیچھے پیچھے چھپی ہوئی تمہاری موت تمہاری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے۔چنانچہ یہ سمجھ لو کہ جو شخص موت کے پہنچنے سے پہلے پہلے اِن آرزوؤں اور امیدوں کے دور میں مفید اعمال پر کاربند رہتا ہے۔اُسے اُسکے اعمال نفع میں رکھتے ہیں اِسلئے اُسے اُس کی موت نقصان نہیں پہنچاسکتی ہے۔اور جو کوئی امیدوں اور آرزوؤں کے دور میں اور موت کے آنے سے پہلے کوتاہیاں کرتا ہے اُسے اُسکے اعمال گھاٹے میں رکھتے ہیں، اس لئے اُس کی موت اُسے ضرر پہنچاتی

ہے۔خبردار تم لوگ اُسی طرح شوق اور لگن کے ساتھ خوش حالی میں بھی اعمال بجالاؤ جس طرح مصائب وآلام اور عالمِ دہشت میں عاجزی سے عمل کیا کرتے ہو۔

(ب) **حضرت علیؑ کی دو خاص باتیں جنکا تقاضا پورا کرنے کیلئے نظامِ عدل وقیامت و رجعت کو سامنے لایا گیا**

حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا فرمانات یوں تو سب کے سب اعمال وجزاو سزا اور محتاط زندگی پر ہدایات ہیں لیکن حضورؐ کا یہ فرمانا کہ:

''اپنی فیصلہ کن گھڑی آجانے سے پہلے پہلے اپنی خطاؤں کی اصلاح اور تدارک کیلئے مقام اصلاح وہدایت پر پلٹ آؤ۔اور یومِ بد کے آنے سے پہلے پہلے اپنے تحفظ کے لئے کام کرو۔'' (جملہ نمبر 28/6-7)

یہ بیان صرف ''یَومُ الدین اور یو مُ الجزا کی کامیابی کا تقاضہ کرتا ہے'' اور ہم نے فیصلہ کُن گھڑی اور یوم بد کو سمجھانے کیلئے تمام ہی سابقہ عنوانات لکھے ہیں۔لیکن باقی تمام مترجمین اور شارحین نے فیصلہ کن گھڑی سے موت سمجھا ہے جو قریشی سمجھ سے زیادہ نہیں ہے جو ہمیشہ قرآن کے خلاف ہوا کرتی ہے۔صرف ایک دلیل دیکھیں اور خطبہ کی تشریح کو ختم سمجھیں۔اللہ کا ارشاد ہے کہ ایک قریشی لیڈر نے تمنا کی تھی کہ:

یٰلَیۡتَہَا کَانَتِ الۡقَاضِیَۃَ o (حاقہ 69/27)

مودودی ترجمہ: ''کاش میری وہی موت جو دُنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی۔''

نوٹ کریں کہ کسی کی موت بھی قرآن کے نزدیک فیصلہ کن نہیں ہوتی۔فیصلے تو **یومُ الفصل** اور **یومُ الدین** اور **یومُ القیامۃ** میں ہونا ہیں۔یہ تمام لوگ مکذّبِ قرآن ہیں۔والسلام